ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ

۲۴ جولائی ۱۹۶۴ء

… از مطبوعات … خدام الدین … لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟" قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: "اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ" وَ کَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ!"۔ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا، لَیْتَہٗ سَکَتَ، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا، کہ ہاں یا رسول اللہ ضرور بتلائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ رب العزت کے ساتھ شرک کرنا۔ اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، راوی کا بیان ہے، کہ آپ ٹیک لگاتے ہوتے بیٹھے تھے۔ کہ دفعتہ اٹھ گئے، اور ارشاد فرمایا کہ سن آگاہ ہو جاؤ، جھوٹی شہادت (یا جھوٹی بات) آپ برابر یہی فرماتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے کہا۔ کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاکِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ مِنْ اَھْلِ بَیْعَۃِ الرِّضْوَانِ۔ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ بِمِلَّۃٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ کَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَھُوَ کَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِشَیْءٍ عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَیْسَ عَلٰی رَجُلٍ نَذْرٌ فِیْمَا لَا یَمْلِکُہٗ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِہٖ"

مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ، حضرت ابو زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں (اور یہ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے اسلام کے علاوہ اور کسی ملت کے متعلق جان کر جھوٹی قسم کھائی (یہ کہے کہ اگر ایسا کرے۔ تو یہودی ہے یا نصرانی ہے) تو وہ شخص ویسا ہی ہے، جیسا کہ اس نے کہا، اور جس شخص نے اپنے نفس کو کسی چیز سے قتل کیا، تو قیامت کے روز اس کو اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ اور آدمی کی اس چیز میں جس کا وہ مالک نہیں، نذر نہیں ہے، اور مومن کو لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَّکُوْنَ لَعَّانًا"۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کسی موقعہ پر، ارشاد فرمایا کہ صدیق (مومن) کے لئے یہ مناسب نہیں ہے، کہ وہ زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔

(مسلم)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا یَکُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"

(رواہ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ تو شہادت دینے والے ہوں گے۔ اور نہ ہی شفاعت کرنے والے۔ (مسلم)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِیِّ"، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ مومن (کامل) نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے، اور نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش گو اور نہ زبان دراز ہوتا ہے (ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا، اور کہا حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَۃُ اِلَی السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَھَا، ثُمَّ تَھْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُھَا دُوْنَھَا، ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لُعِنَ، فَاِنْ کَانَ اَھْلًا لِذٰلِکَ وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِھَا۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، تو آسمان کے دروازے اس لعنت پر بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ لعنت زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں اور بائیں جانب متوجہ ہوتی ہے سو اگر اس جانب میں بھی کوئی سراغ نہیں ملتا، تو اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے، جس پر لعنت کی گئی، تو اگر وہ شئی لعنت کا اہل ہوتی ہے (تو اس سے وابستہ ہو جاتی ہے) ورنہ کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، "لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَۃِ اللّٰہِ وَلَا بِغَضَبِہٖ وَلَا بِالنَّارِ"، رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپس میں اللہ رب العزت کی لعنت اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے غصہ اور دوزخ کی آگ کے ساتھ لعنت نہ کرو (امام ابوداؤد و ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے

ہفت روزہ

خدام الدین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ - ۱۱ روپے
ششماہی - ۶ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد نمبر ۱۰ | ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۴ جولائی ۱۹۶۴ء | شمارہ ۱۴

عوام کی ذمہ داری

مستقبل قریب میں پاکستان میں بالواسطہ انتخابات ہونے والے ہیں عوام بنیادی جمہوریت کے نمائندے منتخب کریں گے اور منتخب شدہ ممبران نیم سرکاری اداروں کے نمائندے صوبائی اور مرکزی ایوانہائے قانون سازی کے اراکین اور صدر پاکستان کا انتخاب کریں گے ہم میں سے ہر کوئی یہی تلقین کرتا ہے کہ صحیح نمائندوں کا انتخاب کیا جائے تاکہ عنان اقتدار غلط افراد کے ہاتھ میں نہ چلی جائے لیکن بروقت شاید ہی کسی کو یہ نصیحت یاد رہتی ہو اور ہم ہمیشہ سے باستثنائے چند غلط ہی آدمیوں کو منتخب کرتے رہے ہیں۔ موجودہ آئین میں بنیادی جمہوریت کے ممبران کو بڑی اہمیت حاصل ہے خاص طور پر جبکہ صوبائی یا مرکزی مقننہ کا انتخاب قرار پاتا ہے تو امیدوار انہیں اپنا ملجا و ماوا سمجھنے لگتے ہیں یہ حقیقت حکومت اور عوام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں کہ اسمبلیوں کے چناؤ کے موقع پر بی ڈی ممبران کے ووٹ کس کس قیمت اور کن کن کے پاس فروخت ہوئے بلکہ بعض موقع پرست حضرات نے بیک وقت دو، دو مخالف امیدواروں کو لوٹا اور اپنی اس ضمیر فروشی کی دوستوں سے داد لیتے رہے - کیا ہم آئندہ بھی ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ ہم عوام کو متنبہ کئے دیتے ہیں کہ باوجود حکومت کی نگرانی کے سیاست پر صنعت کار اور تاجر سرمایہ داروں کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے قومی پریس پر ان کا قبضہ تو ہے ہی وہ اپنے مال اور رسوخ کی بدولت مقننہ اور انتظامیہ کو بھی اپنے قبضہ میں کرنا چاہتے ہیں تاکہ عوام کی رگوں سے خون کی آخری بوند بھی نچوڑ لیں - ہم نے ایسے عناصر کو کسی قیمت پر بھی نمائندگی کا حق نہیں دینا ہے - یاد رکھیئے کہ ملکی معیشت پہلے ہی ان کے ہاتھوں میں سمٹ رہی ہے اگر ہم نے عنان حکومت بھی ان کے سپرد کر دی تو پھر عوام کے حقوق کا محافظ کون ہوگا؟ یاد رکھیئے! ووٹ قومی امانت ہے - اسے غلط آدمیوں کے سپرد نہ کیجئے - ووٹ صرف ان حضرات کو دیں جو اس کے اہل ہیں اور جن سے اسلام اور ملک کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

گندم کی گرانی

اس دفعہ فصل ربیع کی ابتدا ہی سے گندم کی انتہائی گرانی ہے ان مہینوں میں گندم کی قیمت ۱۴ - ۱۵ روپیہ من سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن آج کل ۲۰ روپیہ سے کم آٹا کہیں دستیاب نہیں ہوتا اگرچہ حکومت نے اعلان کر دیا ہے کہ گندم ۱۲/۱۵ روپیہ کے حساب سے ڈپوؤں سے ملے گی لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ گندم کونسی ہوگی امریکی گندم کو عوام پسند تو کیا کریں گے اس سے نفرت کرتے ہیں کیوں کہ امریکی مزاج کی طرح یہ بھی منافقت کا پہلو لئے ہوئے ہے یعنی بظاہر گندم لیکن آٹا خراب اور روٹی خراب تر - گندم کی بہم رسانی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے شہری عوام مل مالکوں اور تاجروں کے رحم و کرم پر ہیں - گندم کی گرانی کے ساتھ دوسری اشیائے ضروریہ بھی انتہائی گراں ہو چکی ہیں - اگر یہ گرانی تاجروں یا سمگلروں کی عوام دشمنی کا نتیجہ ہے تو حکومت ان کے خلاف کب حرکت میں آئے گی؟ اور اگر فی الواقعہ کمی ہے تب بھی حکومت ہی کا فرض ہے کہ کمی کو دور کرے اور عوام کو اس مصیبت سے نجات دلائے۔

مہنگائی سے نجات دلائیے

ارباب اقتدار کے بیانات پر نظر دوڑائیے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ غریبوں کے غم میں گھلے جا رہے ہیں لیکن حالات پر نگاہ ڈالیئے تو ان کے دعاوی کے محلات کا کہیں وجود ہی دکھائی نہیں دیتا۔ ملک کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ گذشتہ سولہ سالوں میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہو گئے ہیں - پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا اعتراف ہے اور سب ہی اس کا مداوا چاہتے ہیں - مگر اس صورت حال کی ذمہ داری لینے کے لئے کوئی تیار نہیں - حالانکہ سب سے پہلے یہی بات معلوم کرنے کی تھی کہ اس کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہے؟ امیر زیادہ امیر کیوں ہوئے؟ اور غریبوں کو غربت میں زیادہ حصہ کیوں ملا؟ اس راز کو کوئی نہیں کھولتا کہ ملک کی پالیسی اس کی ذمہ دار ہے یا پالیسی کو چلانے والے؟ ظاہر ہے یہ ان لوگوں ہی کا قصور ہے جن کے ہاتھوں میں ملک کی باگ دوڑ رہی ہے اور جو ملک کی پالیسی کو چلاتے رہے ہیں - اور اس طرح ملک کی دولت اور پیداوار سمٹ سمٹا کر چند خاندانوں میں اکٹھی ہو گئی ہے -

اب ہم موجودہ حکومت سے صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ غریبوں کو امیر نہ بنائیے مگر کم از کم مہنگائی کا تو علاج کیجئے کیوں کہ مہنگائی کے ہاتھوں غریبوں کا ناک میں دم آگیا ہے۔ امیری جائے بھاڑ میں عوام کو مہنگائی سے تو کم از کم نجات ملنی چاہیئے۔

دعائے صحت

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کچھ دنوں سے عارضہ قلب اور بخار میں مبتلا ہیں قارئین سے درخواست ہے کہ وہ حضرت قاضی صاحب کی مکمل اور جلد از جلد شفایابی کے لئے دعا فرمائیں - ادارہ

۶ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء

مجلس ذکر

آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر و افضل ہے،

مرتبہ خالد سلیم صاحب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ دفعہ احسان و شکر ہے کہ ہم لوگ دور ونزدیک سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا سب کا یہاں آکر ذکر کرنا قبول فرمائے اور اس کو ذریعۂ نجات بنائے (آمین)

آج دنیا معاش کے لئے تگ و دو کرتی ہے آج انسان موت کا دروازہ بند کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہا ہے۔ ہسپتال۔ دوائیاں ٹیکے۔ گولیاں وغیرہ تیار ہو رہی ہیں انسان عیش و عشرت کی زندگی حاصل کرنے کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

آج لوگوں نے یادِ خدا کو ترک کر دیا ہے آخرت کا ڈر ان کے دل سے نکل گیا ہے۔ دوزخ و جنت کا بالکل خیال نہیں۔ خوفِ خدا نام تک نہیں۔ خوفِ خدا انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے۔ وہ آج کل بالکل مفقود ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے۔ اور مسلمانوں کو تعلیم دینے کی غرض سے چند سوالات کئے۔ اور آخر میں یہ پوچھا۔ کہ ما الاحسان یا رسول اللہ (احسان کیا چیز ہے یا رسول اللہؐ) تو حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ احسان اسے کہتے ہیں کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو۔ کہ جیسے تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جماؤ۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ اسی کو تصوف کہتے ہیں۔ یعنی انسان جو بھی کام کرے خدا کو حاضر و ناظر جان کر۔ ایمان و ایقان کے ساتھ نہایت اخلاص کے ساتھ کرے۔

انسان آج گناہ کرتے وقت دوسرے انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ اب مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر وقت دیکھ رہی ہے اللہ والے بھی اسی کا تصور پختہ کرا دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر وقت دیکھ رہی ہے تو یادِ الٰہی کی کثرت سے انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور رضاءِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔

آج مسلمان شکل و صورت ڈیل ڈول۔ طور وطریق وغیرہ میں فرنگیوں کی تقلید کو اپنے لئے باعثِ فخر تصور کرتا ہے یہ وہی مسلمان ہے جس کی زندگی کو دیکھ دوسرے مذاہب کے لوگ متاثر ہوتے تھے۔ یہ دوسروں کے لئے نمونہ ہوتا تھا۔ آج یہی مسلمان دنیا کی سب برائیوں میں مبتلا ہے شراب، چوری، ڈاکہ زنا وغیرہ کے جرائم میں پاکستان کے بننے کے بعد کمی نہیں بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے۔ مسلمان خدا سے دور ہی جا رہا ہے۔ مسجدیں ویران ہیں قرآن کو جزدانوں میں لپیٹ کر رکھا ہوا ہے مجھے بادشاہی مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ عشاء کی نماز میں صرف پانچ نمازی اور فجر کی نماز میں تین نمازی تھے۔ اتنی بڑی مسجد مسلمانوں کا شہر اور سب سے بے آباد۔ بہت ہی افسوسناک بات ہے ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہئے۔ کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔ یہ دنیا جو چند روزہ ہے۔ اس کو ہم نے کتنی اہمیت دے رکھی ہے کہ کیا اتنی اہمیت آخرت کی زندگی کو بھی دیتے ہیں۔ آج میں دنیا اور آخرت کی زندگی کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (الانعام ۴۶)

ترجمہ:۔ اور دنیا کی زندگی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ بس (چند روز کا) کھیل تماشا۔ اور آخرت کا گھر ہی بہتر ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں (افسوس) کیا تم اس بات کو سمجھتے نہیں۔

عَنۡ مُسۡتَوۡرِدِ بۡنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ۔ یَقُوۡلُ وَاللّٰہِ ۔ الدنیا فی الاخیرۃ۔ الا مِثۡلَ مَا یَجۡعَلُ اَحَدُکُمۡ اِصۡبَعَہٗ فِی الۡیَمِّ فَلۡیَنۡظُرۡ بِمَ یَرۡجِعُ۔

ترجمہ:۔ روایت ہے۔ مستورد بن شداد سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔

مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں اتنی بے حقیقت اور بے حیثیت ہے۔ جتنا کہ دریا کے مقابلے میں انگلی پر لگا ہوا پانی۔

اگر یہاں چند روزہ دنیا میں نام پیدا کر لیا اخباروں میں آپ کا چرچا ہونے لگا۔ آپ کی سب لوگ عزت کرنے لگے۔ جھک جھک کر سلام ہونے لگے۔ لیکن آخرت کا سامان تیار نہیں کیا۔ اور یادِ خداوندی سے غافل رہے۔ قرآن و حدیث کیطرف توجہ نہ دی۔ تو آخرت میں بے انتہا تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو۔ مقیم بن کر نہ رہو۔ لیکن ہم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات کو نظر انداز کر کے دنیا کی لذات و شہوات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں ہر وقت دنیا دنیا کا وِرد زبان پر جاری ہے۔

ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں باقی سب چیزیں سکھائی جاتی ہیں۔ سب علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ سب کچھ بتایا جاتا ہے لیکن خدا کا بندہ بنانے کا کوئی سلسلہ نہیں۔ قرآن و حدیث کے علوم سے ان کی بہرہ ور نہیں کیا جاتا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو آخرت کے لئے زیادہ کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے دنیا کی محبت نکال کر آخرت کے سنوارنے کا خیال دل میں پیدا فرمائے اور ہماری محنتوں کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے۔

بقیہ:۔ مولانا عبید اللہ انور کے ساتھ پندرہ دن

۹۔ مار گزیدہ کا تریاق

ایک دفعہ مسجد سوڑے والی جو ہمارے گھر کے قریب ہی چونے منڈی کی طرف ہے اُس کے مؤذن کو جو فجر کی نماز کی اذان دینے کے لئے سیڑھیوں پر چڑھ کے جا رہا تھا سانپ نے کاٹ لیا۔ حضرتؒ کے پاس سانپ کے عمل کا علم تھا وہ فوراً حضرتؒ کے مکان پر آگیا۔ حضرتؒ نمازِ فجر کیلئے نیچے اتر رہے تھے اور یہاں آنے کی وجہ پوچھی۔ اُس نے بتایا کہ مجھے پنڈلی پر سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ حضرتؒ نے گھر سے فوراً نمک منگوا کر دم کر کے دیا اُسکے چاٹنے اور زخم پر لگانے سے خدا نے فوراً شفا دے دی۔ باباجی نے جا کر اذان دی۔ نماز پڑھی اور پھر آئے اور پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے حضرتؒ نے فرمایا کسی علاج کی ضرورت نہیں پھر وہ کافی عرصہ تک اسی مسجد میں قیام پذیر رہا۔ (باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ ۷ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء

محبوب خدا بننے کیلئے اتباعِ رسولؐ لازم ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:-
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ۔(لوگوں سے) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

بزرگان محترم! ارشاد باری سے واضح ہوتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کی لَو لگانا چاہتا ہے تو اس کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازمی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ ہندو سادھو بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ نفس کشی کرتے ہیں اور سالوں مجاہدے کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے باطن کی نگاہیں دے رکھی ہیں صاف دیکھتے ہیں کہ ان میں نہ تو نورِ معرفت پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ان کا تعلق جڑتا ہے۔ حالانکہ وہ یہ ساری ریاضت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے اس لئے ان کی ساری عبادت و ریاضت بیکار جاتی ہے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنا نام عبداللہ جان یا محمد دین رکھوالے مگر اُس کا عقیدہ درست نہ ہو۔ دل میں قرآن کریم پر معترض ہو اتباع نبی کریمؐ کو بوجھ سمجھتا ہو اور بظاہر مسلمان ہو تو اُس کی بھی کوئی عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبول نہ ہوگی۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (سورہ بقر رکوع ۱۰)

ترجمہ۔ کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو۔

آپ کو علم ہے کہ دودھ کے بھرے ہوئے برتن میں اگر ایک چھینٹ پیشاب کی پڑ جائے تو سارا دودھ بیکار ہو جاتا ہے گویا دوسرے لفظوں میں پاک اور پلید مل کر سب پلید ہو گیا اسی طرح ایمان اور کفر مل جائے تو ایسا ایمان اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔

یاد رکھو! ہمیں اس پر خوش نہ ہونا چاہئے کہ ہم نام کے مسلمان ہیں بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کر رہے ہیں یا نہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کر رہے ہیں تو ہمیں اس پر خوش ہونا چاہئے اور اگر حضورؐ کی تابعداری نہیں کر رہے تو اپنی بدبختی کا ماتم کرنا چاہئے اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش کرنی چاہئے نجاتِ اخروی اور بارگاہ خداوندی میں محبوب ہونے کا فقط ایک ہی راستہ ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے۔ ناجی فرقہ کی نشاندہی کرتے ہوئے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں یہ فرمایا ہے "ما انا علیہ واصحابی" وہ جو میرے طریقے پر ہیں اور میرے اصحاب کے طریق پر ہیں۔

اصحابؓ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع صحیح معنوں میں انہیں حضرات نے کرکے دکھایا ہے۔ یہ نفوس قدسیہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ اور خداوند قدوس کے علم میں یہ حضرات امر بالمعروف اور نہی المنکر کے لئے ازل سے ہی منتخب ہو چکے تھے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

مثلھم فی التورٰتہ و مثلھم فی الانجیل

یعنی ان کا تذکرہ پہلی کتابوں میں بھی چلا آتا ہے اور یہ وہ برگزیدہ و پاکیزہ وجود ہیں۔ جو ابتدائے آفرینش سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور ان کے مشن کی ترویج و اشاعت کے لئے علم الٰہی میں چن لئے گئے تھے

لہٰذا

ضروری ہے کہ سنت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے طریقہ کا بھی اتباع کیا جائے کیونکہ یہی وہ جاں نثاران ازلی اور کشتگان خنجر تسلیم و رضا ہیں جن کی راہ کو اختیار کرنے سے اتباعِ رسول اور عشقِ رسول کی دولت بے پایاں ہاتھ آتی ہے۔ اور نتیجتہً اتباع رسول سے تعلق باللہ درست ہوتا ہے پھر حضور کا اتباع، زندگی کے کسی خاص گوشے میں نہیں۔ بلکہ ہر عمل حیات میں ہونا چاہئے عقائد، اعمال، عبادات، معاملات، شادی و غمی، عادات و اطوار، صورت و سیرت غرضیکہ زندگی کے ہر گوشے میں ہمیں سنتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہیے اور یہی ایک انسان کی کامیابی کی جڑ بنیاد اور آخری منزل ہے۔

برادرانِ اسلام! یہ بات ہرگز نہ بھولئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہی انسانیت کی معراج ہے اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر کامل ایمان نہیں رکھتا اُس کی زندگی محض بیکار اور عبث ہے۔ خداوند قدوس کے ارشاد کا واضح مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنانا، آپ کے نقش قدم پر چلنا، آپ کے طور و طریق کو مشعل راہ بنانا اور آپ کی صورت و سیرت کو نشان راہ بنانا ہی کامیابی کی منزل ہے اور فقط اسی راہ پر چل کر انسان محبوب الٰہی ہو سکتا ہے۔

محترم حضرات! قیامت کے دن ہر شخص کے اپنے ہی اعمال کام آئیں گے۔ کوئی کسی کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی زندگیوں کو سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے میں دیکھیں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونہ اپنے سامنے رکھیں اور سراج الانبیاء کی تیس سالہ زندگی کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط استوار کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فلاح و نجات اور اس کی محبوبیت کا تمغہ حاصل کرنے کا فقط یہی ایک طریقہ اور یہی ایک عمل حیات ہے۔

لیکن

ہائے افسوس ہم نے اسی ایک طریق کو چھوڑ کر غیروں کی نقالی شروع کر دی ہے۔ ہمارا لباس اور شکل و صورت، ہمارے طور طریقے اور معاملات طرز معاشرت اور سیاست، تہذیب و تمدن اور

رسومات سب غیر اسلامی ہیں۔ ہمارے بھائی کھلے بندوں سنت سے انحراف کر رہے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ بعض نے تو سنت کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اور پھر بھی خود کو قرآن دان سمجھتے ہیں، دین حق کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ بے پردہ عورتیں نیم برہنہ اور تنے ہوئے لباس پہن کر بازاروں میں مٹرگشت کرتی پھرتی ہیں، نوجوان چلتے پھرتے پیکر گناہ نظر آتے ہیں' اور حد یہ ہوگئی ہے کہ علماء بھی رسم و رواج کے چکر میں پھنس کر دین کے نام سے بے دینی کو رواج دے رہے ہیں۔

یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے۔ اس مبارک مہینے میں ہمارے آقا و مولا حبیب خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک وجود سے کائناتِ ارضی کو رونق بخشی اور ظاہر ہے کہ اس کی ہر مسلمان کو خوشی ہے لیکن خوشی منانے کا طریق یہ ہونا چاہئے۔ کہ آپ سے عقیدت، محبت اور اطاعت کا رشتہ مضبوط تر ہو۔ آپ کے طریق کو زندہ کیا جائے اور ہم چلتے پھرتے محمدی مسلمان نظر آئیں مگر ہوگا یہ کہ صرف ۱۲ر ربیع الاول کو دھوم دھام سے جلوس نکال کر عشق رسولؐ کا حق ادا کر دیا جائے گا۔ اور اس کے آگے بس۔ پھر جلوس کی یہ کیفیت ہوگی کہ باجے گاجے ساتھ ہونگے' قوال لہک لہک کر محبت رسول کا دم بھر رہے ہوں گے اور شرکائے جلوس میں سے ماسوائے چند ایک کے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ نماز کا وقت قضا ہو رہا ہے قوم کا وقت اور سرمایہ دونوں برباد ہو رہے ہیں اور دین خداوندی کے معین کردہ حقوق و فرائض سے غفلت خالق کائنات اور اس کے پیارے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث بن رہی ہے۔

اب اندازہ فرمایئے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو باجے کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دے لیں اور راستہ تبدیل فرمالیں اور عشاق کا یہ حال ہو کہ طبلے کی تھاپ پر سر دھن رہے ہوں اور باجوں گاجوں میں مشغول ہوں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

برادران عزیز! یہ سب چیزیں دین سے غفلت اور لاعلمی کا نتیجہ ہیں۔ دین تو نام ہی اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جس قدر دور ہوگا اُسی قدر اللہ کے دین سے دور ہوگا' قرآن سے دور ہوگا' اللہ کی رحمت و بخشش سے دور ہوگا۔

یاد رکھیئے! محبت بغیر اطاعت کے اور اطاعت بغیر محبت کے دونوں بے معنی ہیں خداوند قدوس محمدی اسلام کو پسند کرتے ہیں انسانوں کے گھڑے ہوئے اور خود ساختہ اسلام کی بارگاہ رب العزت میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

غور فرمایئے! کیا ساری ساری رات قوالیاں کرنا، شرکیہ نعتیں سننا مجرے اور اسراف اسلام ہیں؟ کوئی ملتا ہے ان کا ثبوت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہیں ملتا ہے۔ ان کا سراغ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار میں؟ کسی جگہ ہے یہ مسلک اولیاء امت رحمہم اللہ علیہم اجمعین کا؟ کوئی ہے سند جواز جس کے ذریعہ یہ طرز عمل لازم ٹھہرے؟ اور اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو جان لو:۔

کیں راہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

کعبے والے کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور مدینے والا اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

برادران اسلام! ذرا سوچیے ٹھنڈے دل سے کہ یہ تمام سرمایہ جو جلوسوں، باجوں گاجوں، روشنیوں، جھنڈیوں اور ایسی ہی دیگر چیزوں پر صرف کیا جاتا ہے کیا یتیموں' بیواؤں اور مفلوک الحال مسلمانوں پہ خرچ نہیں کیا جاسکتا؟ کیا بے دینی کی آغوش میں جاتے ہوئے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے اور غیروں کو اسلام کی تبلیغ کرنے کے کام نہیں آسکتا کیا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملہ کرنے والوں کی زبانوں کو لگام دینے اور عیسائیت و لادینیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے کام نہیں آسکتا؟ کیا یہ وقت اور سب سے بڑھ کر دین کا تقاضا نہیں کہ اس سرمایہ کو اللہ کے دین کے فروغ اور ناموس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے خرچ کیا جائے اور کیا اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا کوئی اور ذریعہ ہوسکتا ہے کہ خود بھی دین پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

محترم حضرات! اسلام دین العمل ہے اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی روح ہے مگر محبت وہی ہوتی ہے۔ جو محبوب کے دروازے پر لا کھڑا کرے اور غیروں کا تصور بھی ذہن میں نہ آنے دے۔ محب محبوب کی اداؤں پر مر مٹنا ہی معراج کمال سمجھتا ہے اور اسی میں اس کی زندگی کی بقا ہوتی ہے۔ محبوب کے طور طریق سے دوری تو عاشق برداشت ہی نہیں کر سکتا اور اطاعت محبوب ہی اس کی زندگی ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالےٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی عاشق صادق بنائے اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہم محمدی مسلمان نظر آئیں۔ آمین

نعت رسول

اے کہ تیرا وجود ہے زینت محفل شہود
اے کہ تیرا ظہور ہے گلشن دہر کی نمود
صدقہ ہے تیرے حسن کا نقش و نگار ہست و بود
تجھ پہ ہزار ہا سلام تجھ پر کروڑ ہا درود
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

حُسن کی لن ترانیاں تیرے ہی قدم سے ہیں
عشق کی جانفشانیاں تازہ ترے کرم سے ہیں
رحمت حق کی بارشیں خلق پہ تیرے دم سے ہیں
جُود و سخا کی وسعتیں درگہ محترم سے ہیں
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

خلق میں بے نظیر تو کہتے ہیں بحر و بر یہی
بعد خدا بزرگ تو قصہ ہے مختصر یہی
کس لئے دربدر پھروں میرے لئے ہے در یہی
وِردِ زبان ہے دم بدم شام یہی سحر یہی
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

رات کو ذکر لا اللہ دن کو قیادتِ سپاہ
کفر کا دیو رُوسیاہ پا نہ سکا کہیں پناہ
کعبہ وہ گھر خلیل کا جس پہ خدا کی تھی نگاہ
پھر ہوا آب و تاب سے حسنِ ازل کی جلوہ گاہ
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

ایک ہی سب کا تھا خدا ایک ہی سب کا ناخدا
ایک ہی سب کی تھی کتاب ایک ہی قبلۂ ہُدا
ایک ہی سنگِ آستاں ایک ہی در کے سب گدا
ایک ہی ملت حنیف ایک رسول مصطفےٰ
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

پھر ہے یہ دہر بت کدہ شور ہے کائنات میں
فتنہ مچل رہا ہے پھر سینۂ سومنات میں
آج وہ مردِ بُت شکن گم ہے رہ حیات میں
نشاط و عیش ہے ہستی بے ثبات میں
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

مسلم غرب و شرق پر مشق جفا ہے بے حساب
وادئ کاشمیر پہ تیغ ستم ہے بے حجاب
درگہ حق میں کر دعا تیری دعا ہے مستجاب
غم سے اسیر ہوں رہا دینِ مبین ہو کامیاب
صلِّ علیٰ نبینا ۔ صلِّ علیٰ محمدٍ

عبدالغنی اسیر

قسط ۳

انقلابی تفسیر سُورۃ الجُمعہ

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ:- غازی خدا بخش اچھروی و شیخ بشیر احمد بی اے سمن آبادی

الحکیم کا اثر یعلمھم الحکمۃ

الحکمۃ قانون کی روح کا نام ہے

قرآن حکیم انسانیت میں جو تہذیب پیدا کرنی چاہتا ہے۔ اس کی بنیاد انسانیت کے عام اصولوں پر ہوگی۔ ان احکام سے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ انسانیت مکمل ہوتی جائے گی احکام کی یہ روح معین کردینا تا کہ ان احکام سے انسانیت کو اس طرح ترقی دینے کے سوا دوسرے مطلب کے لئے کس طرح پڑھنی چاہیئے یہ الکتاب [illegible] The Law ہے اس کی تشریح وتوضیح فقہا [illegible] کا کام ہے قرآن حکیم نے نماز کے متعلق یہ بھی فرما دیا ہے کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ آیت) یعنی نماز ادا کرنا اس مطلب کے لئے ہے کہ انسان کو اس کا رب یاد آتا رہے۔ یہ صلوٰۃ کی حکمت کہلائے گی۔ اب اگر ہم صورۃً جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کے تمام قوانین کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ مگر اللہ کا ذکر ہماری طبیعتوں میں راسخ نہیں ہوتا تو سمجھا جائے گا کہ ہماری نماز منافقانہ ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی دنیاوی فائدہ مقصود ہے۔ اس ایک جملے نے نماز کو غلط طریقے پر استعمال کئے جانے سے روک دیا۔

اسی طرح قرآن حکیم کی نسبت کہا گیا۔ کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ یعنی یہ انصاف قائم کرنے والوں کے لئے رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ اس ایک جملے میں قرآن حکیم کی ساری حکمت ضبط کر دی گئی ہے۔ اب اگر قرآن پڑھنے والوں کا مقصد انصاف قائم کرنا نہیں ہے۔ تو وہ حقیقت میں قرآن نہیں پڑھ رہے۔ وہ منافقانہ نماز کی طرح کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے صورۃً قرآن کو ڈھال بناتے ہیں

۲- وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

یہ لوگ اس سے پہلے ان قوانین اور ان کی روح سے قطعاً نا آشنا تھے۔ گو ان میں صلاحیت موجود تھی۔ مگر معلمین سے بُعد ہوجانے کی وجہ سے ان کی سوسائٹی کا نظام اس موضوع سے بہت دور آگے بڑھ کر اس جماعت نے قیصر وکسریٰ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ یہ لوگ بین الاقوامی پروگرام سے ناآشنا تھے۔ لیکن جب وہ پروگرام ان کو دیا گیا۔ تو انہوں نے اسے آگے بڑھانے کی تمام شرطیں پوری کیں اور دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیتوں کو چیلنج دے دیا یہ نتیجہ تھا اس تربیت کا جو قرآن نے انہیں دی۔

۳- وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٥

اُمیوں کا دوسرا طبقہ

آخَرِينَ مِنْهُمْ سے مراد ایرانی ہیں

یہ امیوں کا دوسرا طبقہ ہے بخاری میں روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ دوسری قوم جو ابھی تک عرب سے نہیں ملی وہ ان کی قوم ہے منھم کی ضمیر ھم کا مرجع امیین ہی ہے۔

اہل فارس ابتداء میں ایک کتاب کے مالک ہوں گے۔ لیکن اب وہ کتاب ایسے چھوٹے سے طبقے میں محدود ہوکر رہ گئی تھی جس نے اس کے علم پر قبضہ کر رکھا تھا اور یہ علماء ہی اس علم کے خزینہ دار رہ گئے تھے۔ عوام بالکل امی تھے اب یہ لوگ عربوں سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرکے ان کے ساتھ شامل ہو گئے آگے یہ چل کر ایرانی ہی ہندؤں اور بدھوں کے استاد بنیں گے چنانچہ ہندوستان میں اسلام ایرانی علماء کی کوششوں سے پھیلا اسی طرح ترکوں کو بھی ایرانیوں ہی نے اسلام سے متعارف کرایا اس طرح اسلام کی بین الاقوامیت متحقق ہوگئی۔

مکہ میں بین الاقوامیت اور اس کی ترقی

دراصل اس قسم کی بین الاقوامیت کا بیج مکی زندگی میں ہی بویا گیا تھا کیونکہ بلال حبشی، صہیب رومی اور سلمان فارسی کو اس زمانے میں قریش کا ہم پلہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ حالانکہ یہود نے تورات کو ماننے والی غیر یہودی اقوام کو اپنے برابر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابتدائی مکی زندگی میں جس بین الاقوامیت کی بنیاد اشخاص کی شمولیت سے رکھی گئی تھی اس نے آگے چل کر اقوام کی بین الاقوامیت کی شکل اختیار کرلی۔ چنانچہ جہاد میں ایران فتح کرنے کے لئے عرب کے ساتھ عراقی نو مسلم بھی شامل ہوئے ایسے ہی رومی فتوحات میں شام کے نو مسلم عربوں کے شریک رہے یہ وہ صورت ہے۔ جس کی طرف سورہ صف کی آخری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ٥

یعنی ہر قوم کو دعوت قرآن دی گئی۔ اس میں سے جو حصہ اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ اس نے اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنگ کی جو اس تحریک شامل نہ ہوئے اور خدا کی مدد سے وہ اپنے مخالفوں پر غالب آگئے۔ اس کام میں عربوں نے ان کی رہنمائی کی۔

غیر ممالک میں مراکز

یہاں ایک مخفی دستور حقیقت کی طرف تنبیہ کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ عرب اپنے ایام جاہلیت میں ہجرت کرکے عراق اور شام میں جا بسے تھے انہوں نے اپنے عربی قومی خصائص ترک نہیں کئے تھے۔ وہ ان غالب قوموں کے اندر مقہور زندگی بسر کر رہے تھے جب حجاز میں عربی انقلاب رونما ہوا تو یہ عربی قبائل خفیہ طور پر مسلمان ہوگئے۔ اور انہوں نے بعد میں مسلمان حملہ آوروں کی امداد کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عراق اور شام بہت جلد مفتوح ہوگئے ہماری سمجھ میں مکہ معظمہ میں انہی قوموں کے مخفی ڈیپوٹیشن آتے رہے ہیں۔ جن کو جنوں کے وفود سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح عراق اور شام کی حدود کے اندر آنے والے انقلاب کے مراکز پیدا ہوچکے تھے اسلامی فتوحات کی سرعت کا یہ ایک راز ہے جس کی طرف تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ یہ سورہ صف ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ کہ عراق اور شام کے اندر قرآن کی تعلیم پھیلائی گئی۔ جس سے خود ان قوموں کا

ایک طائفہ اس پروگرام کو ماننے والا پیدا ہوگیا اور بعد میں اپنے دشمنوں سے مڑ گیا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عملیات میں یہ یہ حکمت ملحوظ نظر آتی ہے۔

۴۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

ذٰلِكَ :- بین الاقوامی مرکزیت

یہ خصوصیت، جو اس بین الاقوامی مرکز قائم کرنے والی جماعت کو نصیب ہوئی کہ ان کے پروگرام پر دوسری قوموں کے حصے ٹھیک ہوتے جاتے ہیں۔ اور اپنی قوموں سے لڑنے میں زیادہ ہمت دکھاتے ہیں اللہ کا خاص فضل ہے۔

آیات ۵ تا ۸

یہود کی گراوٹ

حضرت مسیحؑ نے عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تعلیمی کام شروع کیا ان کے حواریوں کی زندگی میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ وہ تعلیم دیتے ہوئے شہید ہوئے مگر تعلیم کو ترک نہ کیا۔

حضرت مسیحؑ کے حواریوں کے کام کے نمونے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے بھی کام کیا یہ انصار اور مہاجرین ہیں جب کام بڑھا تو فرائض تقسیم ہو جائینگے لیکن جو چیز سب میں مشترک رہے گی۔ وہ یہ ہے کہ وہ موت سے نہیں گھبرائیں گے۔ عدم تشدد کی پابندی کریں گے تعلیم دیں گے۔ اور جب تک انہیں خاص تیاری کے بعد حکم نہ دیا جائے۔ وہ لڑیں گے نہیں اس کے باوجود وہ موت سے نہیں بھاگیں گے۔ ظاہر ہے کہ مخالف قوتیں کب یہ برداشت کرسکتی ہیں کہ ان کے نظام کو توڑنے والی تعلیم ان کے گھروں میں پھیلے؟ وہ ضرور رکاوٹیں ڈالیں گے وہ ان لوگوں کو تکلیفیں پہنچائیں گے حتّٰی کہ قتل بھی کریں گے، حضرت مسیحؑ کے حواریوں کی زندگی میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں اب اگر ان میں یہ جذبہ کمزور ہوگیا ہے اور وہ موت سے گھراتے نہیں تو وہ کار آمد ثابت نہیں ہوں گے۔ اگلی آیتوں میں یہی مضمون آتا ہے

۵۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

انقلاب کے لئے موت سے بے خوفی کی ضرورت

یہود اس بزدلی اور منافقت کا مجسمہ ہیں۔ ان کا اس بات کو نہ سمجھنا کہ تعلیم موت سے نڈر ہوئے بغیر جاری نہیں رہ سکتی ان کو انسانیت سے گرا دیتا ہے وہ جس تحریک کے حامل ہے۔ اعلیٰ درجے کی انسانیت کی تحریک ہے جس تحریک میں اتنی نہیں کس درجے کی بھی انسانی عزت و شرف کا شائبہ ہو گو وہ اتنی جامعیت نہ رکھتی ہو کہ اس میں اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ ہوں بلکہ صرف ایک آدھ میں انسانیت کی شان بلند کرنے والی ہو وہ بھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی تعلیم جاری رہ سکتی ہے۔ رجس کے نتیجہ میں پارٹی پیدا ہوگی) جب تک اس کے معلّم اور مبلّغ موت سے نڈر ہوکر آگے نہ بڑھیں یورپ کی انقلابی سوسائٹیوں کو دیکھ کر یہ فکر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ انسانیت کی بہت تھوڑی جزوی خدمت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بھی ان کو موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے باوجود وہ بے خوف ہوکر آگے بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا

سمجھ میں نہیں آتا کہ علماء کی ایک جماعت ہے جو حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کی حامل ہے۔ وہ یہ ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ رلم یحملوھا) وہ اس ڈیوٹی کے لوازم محسوس نہیں کرتے ؟ نام تو ہے کہ وہ تورات سکھانے والے ہیں — رحُمِّلُوا التورٰىة) مگر سکھانے کی جو شرطیں ہیں وہ اپنے اندر پیدا نہیں کرتے رلم یحملوھا) اس صورت میں اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسانیت سے گر گئے ہیں کیونکہ انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس تعلیم کو قبول کیا ہے اسے آگے بڑھانے کے لئے موت تک قبول کی جائے پس وہ نرے گدھے ہیں اور کتابیں لادے پھرتے ہیں مگر ان کا مطلب نہیں سمجھتے جس سے ان کے دلوں میں کام کا ارادہ پیدا ہو گدھے پر کتابیں لاد دو اسے کچھ خبر نہیں ہوگی کہ کتابیں ہیں یا اینٹیں۔

بِئْسَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

ظلم اور تکذیب ایات اللہ

قرآن حکیم جیسی تعلیم ان کو گدھا کہنا معمولی بات نہیں ہے انہوں نے ظلم کی بنیاد ڈال دی ہے انصاف کا ایک قانون ایک قوم مانتی ہے تو وہ دنیا میں بہترین نمونہ پیش کرسکتی ہے۔ اب انصاف کے اتنے بڑے قانون کو جو حضرت موسیٰؑ کے ذریعے سے دنیا میں پھیلا اور بیکار اور بے ثمر بنا دینا اور اس کی تعلیم برائے نام جاری رکھنا اور ایسے نمونے تیار کرنا جن سے کوئی شخص تربیت نہ پاسکے بہت بڑے ظلم کی بنیاد ڈالنا ہے۔ پھر یہ لوگ اپنے آپ کو مجرم تک نہیں مانتے تو گویا موسیٰؑ کی تعلیم ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور صحیح طریقہ وہ ہے۔ جس پر یہ لوگ چل رہے ہیں یہ آیات اللہ کی صریحی تکذیب ہے سیاسی کاموں میں اس طرح نہیں ہوسکتا کہ ایک تحریک کی تائید کرنے والا ہے دونوں اس کے موید مان لئے جائیں تو یہ حقیقت میں اس تحریک کی تکذیب ہے کام سے انکار کردینے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں دینی کام میں سرجاتا نظر آتا اس سے انکار کردینا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

ان لوگوں کو ایک دفعہ صحیح سمجھا دی گئی ہے۔ مگر اب وہ اس پر عمل کرنا پر آمادہ نہیں ہوتے اس لئے اب ان کو نیا نبی دینا ضروری نہیں۔ نبی ایسی مُردہ جماعت کے سامنے آکر کیا کریگا؟

۹ع سورۂ اعراف (رکوع ۲۲) میں ہے

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ښ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

یعنی جو لوگ کتاب الٰہی کے حامل ہوتے ہوئے اور کائنات میں ہدایت کا سامان ہوتے ہوئے اور اس امر کے باوجود ان قلب، بصر اور سمع جیسے ذرائع حصول علم دیئے گئے ہیں۔ سوچتے ہیں اور سوچ کر کام کا ارادہ نہیں کرتے وہ حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ حیوانات علم حاصل کرنے کے ان ذرائع سے محروم ہیں وہ اگر سوچ سمجھ کر اپنی راہ عمل تعین نہ کریں تو یہ ان کی فطرت ہے مگر انسان جب اس قسم کی روش اختیار کرے تو وہ اپنی انسانیت سے گر جاتا ہے۔ پھر یہ نہیں کہ وہ مطلق حیوانیت کے مقام پر ٹھہر جائے بلکہ وہ اپنے قویٰ کو غلط طریق پر استعمال کرتا ہے اور اس طرح حیوانیت مطلقہ سے بھی گر جاتا ہے اس لئے اس آیت میں کہا گیا کہ ان کی مثال بہت ہے بئس مثل، واللہ اعلم

(۱۲۱)

ایک مفسّرِ قرآن، ایک ولیٔ زمان

چوہدری محمد یوسف ابدالی

ہم متعدد مقامات پر اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مولانا فی سبیل اللہ فساد کے قائل نہ تھے۔ وہ کھیلا بازی اور خواہ مخواہ کی پخ پخ میں نہ خود الجھتے تھے۔ نہ دوسروں کو الجھانا مناسب خیال کرتے تھے۔ سلامت طبع اور اعتدالِ مزاج آپ کی فطرت کا جوہرِ زرنگار ہے۔ غالباً یہی وہ خوبی ہے جس کی بنا پر ہر کہ و مہ اور ہر کس و ناکس آپ کا والہ و شیدا نظر آتا ہے جن حضرات کو ہمارا مضمون بعنوان "حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے ایک ملاقات" پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے، انہیں حضرت مولانا کو سمجھنے میں یقیناً زیادہ سے زیادہ مدد مل سکتی ہے یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت لاہوریؒ میانہ روی کے دل دادہ تھے لیکن یہاں ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کی غلطی نہ کرنی چاہئے کہ حضرت مولانا جادۂ اعتدال پر گامزن ہونے کے باوجود حق گوئی اور حق اندیشی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آپ کا مشاہدہ عمیق تھا۔ اس لئے آپ کی عقابی نگاہوں سے کسی حقیقت کی جزئیات تک کا اوجھل ہونا ممکن نہ تھا۔ علاوہ ازیں جس بات کو سچ جانا، اس کی آبرو محفوظ کرنے میں حضرت مولانا سر دھڑ کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہ کرتے۔ بلا شبہ یہ ایک قابلِ فخر جوہرِ شخصیت ہے۔ اسی سے شخصیت کے جملہ عناصر نشو و نما پاتے ہیں۔ خصوصاً اس دور میں تو حق گوئی ایک گوہرِ نایاب ہے کیونکہ آج ہر سو خود بینوں اور مصلحت اندیشوں کا ہجوم بے پایاں نظر آتا ہے۔ ہمارے نزدیک مصلحت بین خطیب و ادیب سے وہ شرابی ہزار درجہ بہتر ہے جو شراب کے نشہ میں سچی بات تو کہہ دیتا ہے۔

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وُہ رندِ بادہ خوار اچھا

تاریخی واقعات و حقائق شاہد ہیں کہ تاریخ کے ہر دور میں مصلحت بینوں کے فرقہ ہائے باطل نے حق گوئی کے چہرے کو مسخ کر دیا۔ یہ علٰحدہ بات ہے کہ حق ہر دور میں زندہ رہا، چاہے اسے زندہ در گور کرنے کے لئے وقت کے طالع آزماؤں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ حق کی آواز وقتی طور پر تو دبائی جا سکتی ہے لیکن ابدی زندگی کے خوشگوار لمحات حق کے مقدر میں رقم کئے جا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ آتشِ نمرود کے شعلے بھی حق و صداقت کی لطافتوں کو چاٹ نہ سکے بلکہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں بھی حق بآوازِ بلند یوں گویا ہُوا ؎

ہوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندۂ مومن ہوں، نہیں دانۂ اسپند

کربلا کی سنگلاخ زمین اپنی تمام تر درشتی و سختی کے باوجود حق کے علَم کو سرنگوں نہ کر سکی یزید کی یزیدیت آج بھی نگوں سار اور شرمسار ہے کہ وہ مکر و فریب اور شاطرانہ چالوں کے باوجود بھی حق کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکی بلکہ حسینؓ کا کٹا ہُوا سر، علی اکبرؓ کی رگوں سے بہتا ہُوا خون اور جوانِ رعنا کی پنڈلی سے پھڑکتا ہوا لہو یہ نعرۂ حق بلند کرتا ہُوا غلغلہ انداز ہُوا ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لیکن ایسے لوگ معدودے چند ہُوا کرتے ہیں اور ان کا وجود تقریباً ناپید ہے جو حق و صداقت کی خاطر زندگی تک کو تصدق و نثار کرنے کے لئے بے قرار ہوں۔ یہاں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ذاتی منفعت کی بنا پر فتوہ ہائے حرام جاری کرنے سے بھی پہلو تہی کرتے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ان حضرات کے پیشِ نظر صرف ذاتی مفاد ہوتا ہے اور اس کے حصول کی خاطر وہ سب کچھ فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کا سینہ چاک کرنے سے بہت سے سربستہ رازوں کا انکشاف ممکن ہے ہم جانتے ہیں کہ تاریخ کے ایک دور میں ایسا وقت بھی آیا جب ہمارے پیروں اور واعظوں نے خانۂ کعبہ کے در و دیوار کو چھلنی کرنے کے لئے تعویذ کی شمشیر تابدار دے دی اور یوں مبالغہ آرائی کی کہ اس تعویذ کی مدد سے آپ دشمنوں کی تلوار کی زد سے محفوظ رہیں گے اور دشمن گاجر مولی کی طرح کٹ کر رہ جائے گا اس قسم کی فریب کاریوں سے تاریخ عالم کے صفحات بھرے پڑے ہیں جن میں ہمارے نام نہاد واعظوں نے بدکرداری کا کردار ادا کیا ہے۔ میرے نزدیک حق فروش مُلّا سے رنڈی بہتر ہے جو چند فاقوں کو بہلانے کے لئے اپنی چادرِ عصمت کا سودا کرتی ہے لیکن ان واعظانِ ناعاقبت اندیش کی طرح پوری قوم کی چادرِ عصمت فروخت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے ؎

تو نے عصمت فروخت کی ہے فقط
ایک فاقہ کو ٹالنے کے لئے
لوگ یزداں کو بیچ دیتے ہیں
اپنا مطلب نکالنے کے لئے

عہدِ حاضر میں بھی ایسے واعظوں کی کمی نہیں جن کی ہر تقریر کا ہر جملہ جبینِ شاہی کے بل پر رقص فرما نہ ہوتا ہو۔ ہم انتہائی یقین و وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ننانوے فی صد واعظ امراء و سلاطین کی حریمِ ناز پر ناصیہ فرسائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا ضمیر اور ان کی آواز شاہی خزانوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہے یہ لوگ ننگِ دیں، ننگِ قوم اور ننگِ وطن ہیں جنہیں میر جعفر، میر صادق، ابولہب اور ابوجہل کی پلید مٹی نے جنم دیا ہے۔ ہم انتہائی انکسار سے معذرت خواہ ہیں کہ ہماری زبانِ قلم کسی قدر گستاخ و بے ادب ہے جو واعظوں کی شان والا تبار کے حضور میں گستاخی و بیباکی سے تڑاق تڑاق چلتی رہتی ہے لیکن کیا کریں حقیقت یہی ہے اور حقیقت سے روگردانی ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہمیں اپنی گستاخی پر ناز ہے۔ بلکہ یوں کہئے ؎

چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

ہم علمائے حق کی بارگاہِ عظمت میں اونچی آواز سے بات کرنا بھی سوءِ ادب سمجھتے ہیں، کیونکہ ہمارا ایمان و ایقان ہے کہ اس قسم کے بزرگوں کی بدولت ہی اسلام کا تاج محل اپنی پوری شان اور سج دھج سے قائم دائم ہے۔ اگرچہ علماءِ سوء کے پلید گروہ نے بارہا اس محل کی شانِ دل ربائی کو زخمی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے ہم حضرت مولانا لاہوریؒ کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ آپ نے اعتدالِ مزاج کے باوجود حق گوئی حق بینی اور حق اندیشی کو کسی وقت بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یہ وہ مردِ حق آگاہ تھا جس کی آواز سے فضائیں کانپ جاتی تھیں محلات لرزہ بر اندام ہوتے تھے، کلاہِ شاہی کے پیچ ڈھیلے ہو جاتے تھے اور شہنشاہوں کے گریبان غریبوں اور ناداروں کے قہقہوں کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتے تھے۔ وُہ غریبوں کا حامی تھا، پریشان حالوں کا مددگار اور غرورِ شاہی کو پاؤں تلے روند دینے کا فن جانتا تھا۔ یہ مردِ حق آگاہ ایک طرف تو درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا ہے اور دوسری طرف گورنر پنجاب سردار عبد الرب نشتر کو یوں مخاطب

کیا اسلامی شریعت زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے درمیان تفریق کی قائل ہے؟

ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب

از محمد یوسف مفتی، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

مکرمی! دام مجدکم!

ایک اہم استفتاء جو وقت کی اہم شرعی ضرورت ہے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔ اور تساہل سے ہرگز کام نہ لیں گے۔ استفتا حسب ذیل ہے:۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زنا جو حرام قطعی ہے اس کی قطعی حرمت کے پیش نظر صوبائی اسمبلی میں بعض اسلام پسند ممبروں نے مطالبہ کیا کہ چونکہ ہمارا یہ ملک ایک اسلامی ملک ہے اس لئے شادی شدہ مرد اور عورت دونوں کو قرآنی ہدایت کے مطابق زنا کی پاداش میں سنگسار کرنا چاہئے اور غیر شادی شدہ مرد و عورت کو سو سو دروں کی سزا دینی چاہئے اور دونوں قسم کے مجرمین کو سزا دینے میں نرمی یا رعایت سے کام نہیں لینا چاہئے۔ مگر بجائے اس کے کہ یہ جائز اور اسلامی مطالبہ منظور کیا جاتا حکومت کی اکثریتی پارٹی نے زنا کو تقسیم کر کے زنا بالرضا کو جائز قرار دیا۔

اس موقع پر غور طلب بات یہ ہے کہ ایک طرف قرآن کی نصوص قطعیہ کی صریح خلاف ورزی کر کے ایک حرام فعل کو قانون کی رو سے جائز قرار دیا گیا اور دوسری طرف اسلام کے عمومی حکم حرمت سے زنا بالرضا کو مستثنیٰ کر کے زنا بالاختیار اور زنا بالجبر کے درمیان حکم کے لحاظ سے تفرق کر دی گئی تو کیا ایک حرام فعل کو جائز کرنے کا اختیار کسی شخص یا ادارہ کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو اسلامی شریعت کی رو سے اس کا حکم کیا ہے؟ اور کیا قرآن کی مقرر کردہ سزاؤں سے زنا بالرضا مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ اس مسئلہ کو قرآن و حدیث اور فقہائے امت کے فیصلوں کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ بَيِّنُوْا وَتُوْجَرُوْا۔

المُسْتَفْتِی حافظ علی احمد از چار باغ ۔ میاں کلے)

الجواب

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا:

مضمون سوال پر غور کرنے حسب ذیل تین امور پر روشنی پڑتی ہے:۔

(۱) قانونی سزا کے بارے میں اسلامی شریعت زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے درمیان تفریق کی قائل ہے؟

(۲) اگر قائل نہیں تو پھر کیا کسی با اختیار ادارہ اور برسر اقتدار جماعت کو یہ حق ہے کہ وہ شریعت کی قانونی سزاؤں سے زنا بالاختیار کو مستثنیٰ کر سکے؟

(۳) حرام قطعی کو جائز کرنے اور حلال سمجھنے والا آدمی مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟

ذیل کی سطور میں تینوں اجزاء کے احکام کتاب اللہ و سنت رسول اور فقہائے اسلام کے قطعی فیصلوں کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں:۔

جواب ۱

زنا کے لئے اسلامی شریعت میں جو سزا مقرر کی گئی ہے، اس میں شریعت نے زنا کی دونوں قسموں کے مابین فرق اور امتیاز کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ نہ وہ اس طرح کی کسی تفریق کی قائل ہے اسی طرح کتاب و سنت کے واضح احکام کی روشنی میں فقہائے اسلام بھی اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ زنا کی دونوں قسموں میں زنا کرنے والے مرد پر قانونی سزا نافذ کی جائے گی۔ البتہ عورت زنا بالجبر کی صورت میں قانونی سزا سے مستثنیٰ ہوگی۔ اگرچہ اختیاری زنا کی صورت میں وہ بھی مرد کی طرح سزا کی مستحق رہے گی اور مرد کی طرح اس پر بھی حد شرعی قائم ہوگی۔ ذیل میں مذکورہ بالا دعویٰ کا تفصیلی ثبوت قرآن و حدیث اور فقہائے اسلام کے فیصلوں کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے

زنا، قرآن کی نظر میں

قرآن کریم نے زنا کے لئے جو قانونی سزائیں تجویز کی ہیں ان میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ سزائیں جبری زنا کے لئے ہیں اور اختیاری زنا میں ان کا نفاذ نہیں کیا جائے گا بلکہ قرآن میں جہاں بھی یہ سزائیں بیان کی گئی ہیں وہاں مطلق زنا کا ذکر کیا گیا ہے اور زنا بالجبر کا نام نہیں لیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا خواہ بالجبر ہو یا بالرضا، قرآنی قانون کی نظر میں یکساں طور پر جرم ہیں اور دونوں قسم کے زنا میں یہ قانونی سزائیں نافذ کی جائیں گی۔ اختیاری اور جبری کا یہ فرق، اگر مغربی اور عیسائی شریعت میں ہو تو ہوگا مگر اسلامی شریعت اس فرق سے قطعی طور پر ناآشنا اور یقینی طور پر نابلد ہے۔

اب ذیل میں وہ قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں زنا کے لئے قانونی احکام بیان کئے گئے ہیں:۔

زنا ایک قبیح فعل ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۳۲)	زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کہ یہ ایک قبیح فعل اور برا راستہ ہے۔

اس آیت میں مطلق زنا کا ذکر کیا گیا ہے، خاص زنا بالرضا یا زنا بالجبر کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ مطلق زنا کو "فاحشۃ" (قبیح فعل) کہہ کر مسلمانوں کو اس کے قریب جانے سے روکا گیا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں مطلق زنا فاحشہ اور قبیح فعل ہے اور معاشرے کو اس سے پاک رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

اس بارے میں جو لوگ اس قسم کے قبیح افعال کو معاشرے میں فروغ دینے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ بے حیائی لوگوں میں پھیل جائے، ان کے متعلق قرآن کریم نے صریح لفظوں میں یہ اعلان کیا ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (النور آیت ۱۹)	جو لوگ مسلمانوں اور مسلم معاشرے میں بے حیائی اور قبیح افعال کو فروغ دے کر پھیلانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے خدا کے ہاں بہت بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان

کی شان یہ نہیں کہ وہ خود زنا جیسے قبیح فعل میں اپنے آپ کو ملوث کرے یا دوسرے مسلمانوں میں اس بے حیائی کے پھیلنے کی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش ظاہر کرے۔

زنا کے چور دروازے

اسلام نے مسلم معاشرے میں زنا اور حرام کاری کے مکمل انسداد کے لئے یہاں تک انتظام کیا ہے کہ جو امور اس قبیح فعل کے لئے مبادی اور ذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو اس کے لئے بمنزلہ چور دروازوں کے ہیں، قرآن نے ان پر بھی قفل لگا کر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے اور صریح طور پر انہیں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ "سدّاً للباب" اس نے مردوں اور عورتوں ـــ دونوں پر ایسی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں جن کے ہوتے ہوئے مسلم معاشرے میں زنا وقوع پذیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کریم نے عورتوں پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ اجنبی اور غیر محرم مردوں کے سامنے بے پردہ ہو کر نہ آئیں اور پہلی دورِ جاہلیت کے "تبرّج" ہی کی نقالی کرتی پھریں۔ ارشاد ہے:-

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (احزاب ۳۳)

یعنی اپنے گھروں میں عزت و وقار کے ساتھ رہو اور دورِ جاہلیت کے تبرّج کی نقالی نہ کرتی پھرو۔ نمازیں قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ و رسول کی فرماں بردار رہو۔

لیکن بعض اوقات چونکہ گھروں سے نکلنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے تو اس وقت یہ حکم دیا گیا ہے کہ بے پردہ ہو کر باہر نہ نکلیں بلکہ بڑی بڑی چادریں وغیرہ اپنے اوپر ڈال کر نکلیں تاکہ ایک طرف آپ کی زینت اور حسن و جمال دوسروں کے لئے باعث فتنہ نہ بنیں اور دوسری طرف آپ کے متعلق یہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ شریف اور باحیا عورتیں ہیں جو شریف اور معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں تو بد طینت لوگ آپ سے کوئی چھیڑ چھاڑ کی جرأت نہ کر سکیں گے اور نہ آپ کو کوئی اذیت پہنچائی جا سکے گی۔ ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ	اے پیغمبر! حکم دیجئے اپنی بیویوں کو اور بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی تمام بیویوں کو کہ گھروں سے نکلتے وقت اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں وغیرہ ڈال کر نکلیں۔ اس سے بآسانی ان کی پہچان ہو سکے گی اور انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچائی جائے گی۔

احزاب آیت ۵۹

ایک دوسرے مقام پر پوری سوسائٹی کو جس میں مرد اور عورت سبھی شامل ہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حجابِ شرعی کے بغیر ایک دوسرے سے آزادانہ اختلاط نہ کرو، نہ ایک دوسرے کو شہوت کی نگاہ سے دیکھو بلکہ دونوں فریق "غضِ بصر" پر عمل کرتے رہو۔ اسی سے آپ کی عفت محفوظ رہ سکتی ہے اور زنا کے قبیح فعل میں ملوث ہونے سے بھی آپ بچ سکتے ہیں۔ ارشاد ہے:-

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ الآيه وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ	مومن مردوں کو بھی یہ حکم دیجئے اور عورتوں کو بھی کہ اپنی اپنی نگاہوں کو نیچے رکھ کر شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور بجز اپنے شوہروں اور محارم کے عورتیں اپنی زینت کو دوسروں کے سامنے نہ کھولیں

النور آیت ۳۰ ـ ۳۱

اس آیت میں مرد اور عورت دونوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو شہوت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں اور زنا سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں لیکن "غضِ بصر" پر "حفاظت" کو مرتب کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا زنا کے قبیح فعل میں ملوث ہونے کا قوی ذریعہ ہے لہٰذا ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہ جائے تاکہ زنا میں ملوث ہونے کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔

اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ تمام کارروائیاں انسدادِ زنا کے لئے تدابیر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب اگر اسلام کی نظر میں صرف زنا بالجبر ہی ممنوع ہوتا اور اختیاری زنا ممنوع نہ ہوتا تو غضِ بصر کا حکم صرف مردوں ہی کو دیا جاتا تاکہ ان کے دلوں میں نظرِ شہوت سے اجنبی عورتوں کی طرف ناجائز میلان پیدا ہو کر کسی وقت ان سے جبراً زنا کا باعث نہ بن جائے۔ عورتیں ہرگز اس حکم کے تحت نہ آتیں کیونکہ ان کی طرف سے جبر بالزنا کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آیت مذا میں دونوں فریقوں کو یکساں طور پر "غضِ بصر" کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں زنا بالاختیار بھی ایک سنگین جرم ہے اور چونکہ وہ مرد و عورت دونوں کی باہمی نظر بازی سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے دونوں کو غضِ بصر کا حکم دے کر زنا بالاختیار کے اس چور دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

قانونی سزائیں

قرآن کریم میں زنا کے لئے جو قانونی سزائیں بیان کی گئی ہیں، ان میں بھی زنا بالاختیار اور زنا بالجبر کے درمیان کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں قسم کے زنا کے لئے مقرر کی گئی ہیں اور زنا بالاختیار ان سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ارشاد ہے:-

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝	بدکاری کرنے والی عورت اور مرد دونوں میں سے ہر ایک کو مارو سو سو درے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ کے حکم نافذ کرنے میں، اگر تم یقین رکھتے ہو خدا پر اور پچھلے دن پر۔ اور دیکھیں ان کی یہ سزا کچھ لوگ مسلمانوں میں سے۔

(النور آیت ۲)

اس آیت میں کوڑوں کی جو سزا بیان کی گئی ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ وہ زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کے لئے بیان کی گئی ہے بلکہ زانیہ عورت کو زانی مرد پر مقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت اس سزا کی زیادہ مستحق ہے حالانکہ زنا بالجبر کی صورت میں پوری ملت اس بات پر متفق ہے کہ عورت نہ سزا کی مستحق ہے اور نہ اس پر کسی قسم کی حد جاری کی جا سکتی ہے بلکہ اس میں سزا کا مستحق صرف مرد ہوگا اور اسی پر کوڑوں یا رجم کی سزا نافذ کی جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں جو سزا بیان کی گئی ہے وہ اختیاری زنا کی سزا ہے نہ کہ زنا جبری کی لیکن الفاظ کے عموم میں چونکہ یہ دونوں قسم کے زنا داخل ہیں اس لئے مرد کی سزا تو دونوں قسم کے زنا میں بحال رہے گی اور عورت چونکہ جبری زنا میں مجرم نہیں ہے اس لئے وہ اس صورت میں سزا کی بھی مستحق نہ ہوگی چنانچہ روایات میں آگے اس کی تصریح آتی ہے۔

اب قرآن کریم کی اس تصریح اور واضح فیصلے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یا ادارہ اس حکم سے زنا بالاختیار کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے تو اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کریم کے ایک صریح فیصلے میں تحریف کرنا چاہتا ہے۔

عہدِ نبوت میں یہ قانونی سزائیں

قرآن کریم کے بعد جب ہم حدیثِ رسول کی

طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی صاف طور پر عہد نبویؐ کے ایسے صریح فیصلے ملتے ہیں جن میں زنا بالاختیار کی صورت میں مرد اور عورت دونوں پر یہ قانونی سزائیں جاری کی گئی ہیں اور اس بات کے لئے عہد نبوی میں کوئی ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کی جا سکتی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کبھی زنا بالاختیار کی صورت میں ثبوت جرم کے بعد مرد یا عورت پر قانونی سزا نافذ نہیں کی گئی ہے بلکہ عہد نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ زنا بالاختیار میں زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں پر کوڑوں کی سزا بھی علانیہ طور پہ جاری کی گئی ہے اور سنگساری کی سزا بھی۔

رجم کی سزا

چنانچہ حضرت ماعزؓ کو زنا کے جرم میں سنگسار کیا گیا ہے حالانکہ وہ زنا اختیاری تھا نہ کہ جبری۔ اسی طرح حضرت ماعزؓ کی سنگساری کے ہولناک واقعہ کے بعد حضرت غامدیہؓ کو بھی حضرت ماعزؓ کی طرح سنگسار کیا گیا تھا حالانکہ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے ساتھ کسی نے زنا بالجبر کیا تھا۔ ورنہ حضرت غامدیہؓ کو ہرگز سنگسار نہ کیا جاتا بلکہ اس شخص کو سنگسار کیا جاتا جو غامدیہؓ سے زنا بالجبر کر چکا تھا۔ کیونکہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت قانون کی نظر میں مجرم نہیں ہے نہ وہ سزا کی مستحق ہے۔

کوڑوں کی سزا

اس کے علاوہ کوڑوں کی سزائیں بھی عہد نبوت میں مردوں اور عورتوں — دونوں کو یکساں طور پر دی گئی ہیں حالانکہ عورت پر جبری زنا کی صورت میں کوڑوں کی سزا بھی جاری نہیں کی جا سکتی ہے۔

ذیل میں ایک دو واقعات ایسے ذکر کئے جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اختیاری زنا میں مرد و عورت دونوں پہ یہ قانونی سزائیں جاری کی گئی ہیں۔

زنا کا جرم قابل راضی نامہ نہیں ہے

عن ابی ھریرۃ ان رجلین اختصما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احدھما ان ابنی کان عسیفا علی ھذا فزنی بامراتہ فاخبرونی ان علی ابنی الرجم، فافتدیت منہ بمائۃ شاۃ وبجاریۃ لی ثم انی سالت اھل العلم، فاخبرونی ان علی ابنی جلد مائۃ وانما الرجم علی امراتہ: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما والذی نفسی بیدہ لاقضینّ بینکما بکتاب اللہ تعالی: اما غنمک وجاریتک فرد علیک وجلد ابنہ مائۃ وامر انیسان الاسلمی ان یاتی امراۃ الاخر فان اعترفت فرجمھا فاعترفت فرجمھا (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱۰)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمی اپنا ایک مقدمہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ساتھ مزدور تھا میں اس نے اس کی بیوی سے زنا کر دیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے بیٹے کی سزا سنگساری ہے میں نے اس کے بدلے میں اس شخص کو سو بکریاں اور ایک جاریہ دے دیں۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے بیٹے کی سزا کوڑے ہیں اور سنگساری اس شخص کی بیوی کی سزا ہے آپ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں آپ دونوں کے درمیان اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کرونگا وہ یہ کہ آپ کی بکریاں اور جاریہ تمہیں واپس کی جائینگی۔ البتہ اس کے بیٹے پر سو درّے لگ گئے اور انیس اسلمیؓ کو آپؐ نے حکم دیا کہ جاؤ اس کی بیوی کے پاس اور معاملہ کی تحقیق کرو۔ اگر عورت نے زنا کا اقرار کر لیا تو اس کو رجم کرو۔ چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور رجم کی سزا اس پہ جاری کی گئی۔"

اس حدیث میں زنا کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ جبری زنا کا واقعہ تھا۔ کیونکہ یہ گھر کے ایک مزدور کا گھر کی ملکہ کے ساتھ زنا کا واقعہ ہے اور اس میں جبر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخر مزدور کی کیا مجال تھی کہ وہ گھر کی ملکہ سے جبراً زنا کرتا؟ اس کے علاوہ اگر یہ زنا جبری ہوتا تو عورت پر رجم اور سنگساری کی سزا جاری نہ کی جاتی۔ کیونکہ جبری زنا میں عورت سرے سے مجرم ہی نہیں تو اس پر سزا جاری کرنے کے کیا معنی؟ اور سزا بھی وہ جو سخت ترین سزا ہے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ عورت پر باوجود مجبور ہونے کے سنگساری جیسی سنگین سزا جاری کی جائے اور مرد باوجود دوہرا مجرم ہونے کے کوڑوں کی سزا کا مستحق گردانا جائے؟ حاشا وکلّا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ زنا اختیاری تھا نہ کہ جبری۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جرم زنا اسلامی معاشرے میں قابل راضی نامہ نہیں ہے۔ ورنہ اگر وہ قابل راضی نامہ جرم ہوتا تو حضورؐ اس واقعہ میں فریقین کی رضامندی سے جو راضی نامہ ہو چکا تھا اسے ناقابل اعتبار قرار دے کر فسخ نہ فرماتے اور اس کے ہوتے ہوئے زانیہ عورت اور زانی مرد پہ سزا جاری نہ کرتے

دوسرا ایک واقعہ

عن ابن عمرؓ انہ قال ان الیھود جاءوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکروا لہ ان رجلا منھم وامراۃ زنیا فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما تجدون فی التوراۃ فی شان الزنا فقالوا نفضحھم ویجلدون فقال عبد اللہ بن سلام کذبتم ان فیھا الرجم، فاتوا بالتوراۃ فنشروھا فجعل احدھم یدہ علی آیۃ الرجم ثم جعل یقرا ما قبلھا وما بعدھا فقال لہ عبد اللہ ابن سلام ارفع یدک فرفعھا فاذا فیھا آیۃ الرجم فقالوا صدق یا محمد فیھا آیۃ الرجم فامر بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجما قال عبد اللہ ابن عمر فرایت الرجل یحنی علی المراۃ یقیھا الحجارۃ. انتھی۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہود نے حضورؐ کے پاس آکر یہ واقعہ بیان کیا کہ ہم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ آپ کی توریت میں زنا کے بارے میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ ہم زنا کرنے والوں کو رسوا کرتے ہیں اور کوڑے بھی ان پہ لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ ابن سلامؓ نے کہا کہ آپ نے جھوٹ بولا توریت میں زنا کی سزا رجم ہے۔ انہوں نے توریت کو لاکر کھول دیا اور ایک شخص نے آیت زنا پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی آیتیں پڑھنا شروع کر دیں۔ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے جب ہاتھ اٹھایا تو نیچے آیت رجم موجود تھی۔ انہوں نے کہا واقعی عبداللہ سچے ہیں۔ توریت میں آیت رجم موجود ہے۔ حضورؐ نے دونوں کے بارے میں رجم کا حکم فرمایا اور وہ دونوں سنگسار کیے گئے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے مرد کو دیکھا کہ وہ عورت پر جھکتے ہوئے پتھروں سے اس کو بچا رہا تھا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱۰)

اس حدیث میں یہودیوں کے جس سنگسار شدہ مرد اور عورت کا ذکر کیا گیا ہے ان کی باہمی محبت کا یہ عالم تھا کہ عین سنگساری کی حالت میں زانی مرد زانیہ عورت پر جھک کر آخر دم تک پتھروں سے اسے بچاتا رہا۔ کیا کوئی ذی ہوش انسان یہ خیال تک دل میں لا سکتا ہے کہ یہاں مرد نے عورت کے ساتھ جو زنا کیا تھا وہ اختیاری نہیں بلکہ زنا بالجبر تھا؟ حالانکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت قانون کی نظر میں اصلاً مجرم نہیں نہ وہ سزا کی مستحق ہے پھر اس پر سنگساری جیسی سنگین سزا جاری کر کے

(باقی [illegible] پر)

فلسفۂ گناہ

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۶۱)

ترجمہ ۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر پکڑ لے تو زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑے لیکن ایک مدت مقررتک انہیں مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وقت آتا ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

اگر اللہ لوگوں کی گستاخی۔ نا انصافی اور گناہوں پر فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کردے تو زمین کی یہ آبادی چند گھنٹے بھی قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ دنیا میں اکثریت ظالموں اور بدکاروں کی ہے اور چھوٹی موٹی خطا و قصور سے تو کوئی بھی خالی نہ ہو گا۔ اللہ تعالےٰ زبردست اور حکمت والا ہے چاہے تو فوراً سزا دیدے لیکن وہ ڈھیل دیتا ہے کہ شائد باز آجائیں اور اپنی اصلاح کرلیں۔ لیکن جب وقت موعود آپہنچتا ہے تو پھر ایک سیکنڈ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوسکتا اور سارا قصہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔

گناہ درحقیقت اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہے۔ نافرمانی کسی قسم کی بھی ہو گناہ ہے اس حقیقت کے اعتبار سے گناہ سب ہی بڑے ہیں۔ کسی کو بھی ہلکا نہ سمجھنا چاہئے۔ گناہ کو ہلکا سمجھنا ضعف ایمان کی علامت ہے۔ دنیا کے روزمرہ کے واقعات اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ مختلف ممالک کے باشندے علی العموم اور مسلمان بالخصوص کس قدر آفات و بلیات میں گرفتار ہیں اور بے شمار بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ ان کی اکثریت ذلت۔ فاقہ کشی اور افلاس کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہر طرف سے خشک سالی پیداوار میں کمی اور تجارت میں نقصان کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ قہر الٰہی کے نئے نئے سامان درپیش ہیں۔ کہیں زلزلہ سے زمین دھنس گئی ہے کہیں وبا پھیل رہی ہے۔ اور کہیں ریل اور موٹروں کی ٹکر میں ہزاروں آدمی راہی ملک عدم ہو رہے ہیں کہیں طوفان نے تباہی مچا رکھی ہے۔ نہ دوا کا فائدہ نہ دُعا میں اثر لوگ ہزار نالہ و فریاد کرتے ہیں لیکن شنوائی نہیں ہوتی ان آفات و بلیات کو کوئی زمین کی کثافت کی طرف نسبت کرتا ہے کوئی ان کو سماوی تغیرات کا بسبب قرار دیتا ہے۔ غرض زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی جو دوا کی بے کار ثابت ہوئی اور جو تدبیر نکالی بے سود ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ آؤ ذرا سوچیں اور غور کریں۔ کہ ہمارے معبود حقیقی نے ان دنیوی بلاؤں اور سماوی آفتوں کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی علت بتائی ہے یا نہیں آپ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی بیماری نہیں بھیجی مگر اس کی شفا بھی بھیجی ہے۔ ہر مرض سے شفا اس وقت ہوتی ہے جب اس کا سبب دور کیا جائے۔ جب تک سبب موجود ہے۔ مرض کے دور ہونے کی توقع ہی رکھنی بے سود ہے ان آفات و بلیات کا بھی سبب ہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ہمیں روحانی طب کی طرف توجہ کرنی چاہئے کہ وہ اس بیماری کا کیا علاج بتاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ دعا کرنے میں عاجز نہ ہو جاؤ کوئی شخص دعا کے ساتھ ہلاک نہیں ہوتا اور فرمایا کہ بلا کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ٹال سکتی۔ مگر ان بلاؤں کے دفعہ کرنے کے لئے کس قدر دعائیں مانگی گئیں اور کس قدر گریہ وزاری کی گئی مگر بظاہر ذرا بھر بھی اثر نہ دارد۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ یہاں کے ہر امر کو اللہ تعالےٰ نے اسباب کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے سبب کا پتہ کہیں چلتا ہے کہیں نہیں۔ اثر نہ ہونے کا بھی کچھ سبب ہوتا ہے۔ دعا حصول مطلب اور دفع بلا کا سبب ضرور ہے۔ مگر اسباب خارجی دعا کی قبولیت کو روک دیتے ہیں۔ مثلاً حرام خوری حرام کاری ظلم اور جھوٹ وغیرہ دعا کو در اجابت تک نہیں پہنچنے دیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غافل دل سے نکلی ہوئی قبول نہیں ہوتی انسان دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے گریہ وزاری کرتا ہے یارب! یارب! کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ کھانا اس کا حرام ہے پینا حرام اور لباس حرام ایسے شخص کی دعا کس طرح قبول ہوسکتی ہے۔ دعا دفع بلا کا سبب ضرور ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی امر مانع اجابت اور قبولیت نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ سے غافل رہنا اور اس سے نڈر ہو جانا اور بے باکانہ اس کی معصیت کا مرتکب ہونا آفات و بلیات کے نازل ہونے کا سبب ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بندے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ ان کی بداعمالیاں اور بدکرداریاں اللہ تعالےٰ کے عذاب کو دعوت دیتی ہیں۔ اور اس کے قہر و غضب کو جوش میں لاتی ہیں۔ سارے شر و فساد کی بنیاد ہماری بدکرداریاں ہیں پہلی قوموں کے حالات شاہد ہیں۔ کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا۔ جب تک وہ خود نہ اپنی حالت کو بدل دیں۔ قوم نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک ان کو تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا آخر اللہ تعالےٰ نے ان کو دریائے نیل میں غرق کردیا قوم عاد و قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے سرکشی کی اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی تباہ و برباد کردیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ تُرَدُّ عَلَيْكُمْ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں۔ جو تم پر لوٹائے جاتے ہیں۔ جیسے اعمال تم سے سرزد ہوتے ہیں ویسے ہی بدلہ دیا جاتا ہے"

یہ آفات و بلیات سب نتیجہ ہیں ہمارے اعمال بد کا۔ ان کو روکنے کا واحد علاج یہ ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح کی جانب توجہ کی جائے اور اپنے نفوس کا تزکیہ کیا جائے۔ مصائب کے نزول کے وقت قضا و قدر پر اعتراض نہ کرو اور اس احساس کو قلب میں نہ آنے دو کہ تم پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور تم قابل رحم ہو کیونکہ اس احساس سے تم خدا کو ظلم سے متصف کرنے لگو گے۔ اور اپنے آپ کو بے خطا و بے قصور قرار دو گے۔ اور یہ

ایک عظیم الشان مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمہ خیر ہے خیر مطلق ہے خیر محض ہے قادر مطلق ہے وہ ہرگز کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔

گناہ کا اثر اور اُسکے نتائج

گناہ میں بے شمار مضرتیں ہیں۔ جو انسان کے دل کو روح کو اور بدن کو نقصان پہنچاتی ہیں جن کا پورا پورا علم تو خدا کو ہے۔ لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے مختصر طور پر کچھ بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ گناہ کرنے والا علم کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ علم ایک نور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انسان کے دل میں ڈالتا ہے۔ لیکن گناہ کی تاریکی اس کو آنے نہیں دیتی اور آجائے تو بجھا دیتی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے استاد سے حافظہ کی کمزوری کی شکائت کی تو انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ گناہ چھوڑ دو اس لئے کہ علم اللہ کا فضل ہے۔ اور اللہ کا فضل گنہگار کو نہیں ملتا۔

۲۔ جس طرح تقوےٰ اور پرہیزگاری سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔ اسی طرح گناہ سے روزی میں برکت کم ہو جاتی ہے۔

۳۔ ایک گناہ کرنے سے دوسرا گناہ کرنے کی جرأت ہوتی ہے اس لئے بعض بزرگ کہتے ہیں۔ کہ گناہ کی کم سے کم شامت یہ ہے کہ اس سے دوسرا گناہ پیدا ہوتا ہے۔ اور نیکی کی کم سے کم برکت یہ ہے۔ کہ دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ انسان ایک گناہ کرتا ہے تو دوسرے کی ترغیب ہوتی ہے اور دوسرا کرتا ہے۔ تو تیسرے کی۔ یہی حال نیکی کا ہے۔ اس طرح نیکی یا بدی کرنے والے کے لئے نیکی یا بدی لازمی عادت بن جاتی ہے اور اس کے چھوڑنے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے جب آدمی اللہ تعالےٰ کی اطاعت پر کربستہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی مدد اس کے شامل ہو جاتی ہے

۴۔ جب انسان گناہ کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کا دل توبہ کی جانب مائل نہیں ہوتا گناہ کی خواہش بڑھتی جاتی ہے۔ اور توبہ کی رغبت گھٹتی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ توبہ محض ت داوب اور ہ نمان پر لانے کا نام نہیں ہے کہ زبان پر تو توبہ اور استغفار ہو مگر دل میں ذوق معصیت اور اس پر اصرار۔

۵۔ جب گناہ کرتے کرتے اس سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ تو اس میں برائی نظر ہی نہیں آتی انسان بے باکانہ کرتا چلا جاتا ہے۔ نہ خدا کا ڈر رہتا ہے نہ خلق کا خیال۔ نصیحت کرنے والوں سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور گناہ پر فخر کرتا ہے۔

۶۔ گناہ کرنے سے انسان ذلیل اور حقیر ہو جاتا ہے۔ اور جو اللہ کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہو اسے کہاں عزت مل سکتی ہے فَمَن يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِن مُّكْرِمٍ۔ یہ کوئی عزت ہے۔ کہ کسی کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے لوگ اس کی خوشامد کرنے لگیں لیکن ان کے دل میں اس کی عزت نہ ہو۔ اللہ سے ڈرنے والے اور گناہ سے بچنے والے کی مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی عزت کرتے ہیں

۷۔ شامت گناہ کا اثر صرف گناہ کرنے والے کی ذات تک ہی محدود نہیں رہتا۔ بلکہ دوسروں تک بھی پہنچتا ہے۔ جانوروں تک بھی اس کی آفت سے محفوظ نہیں رہتے۔ حضرت عکرمہؓ کا ارشاد ہے کہ چوپائے کیڑے مکوڑے سانپ اور بچھو بھی گنہگاروں سے پناہ مانگتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں کہ ان کی شامت سے پانی بند ہو جاتا ہے قحط سالی ہو جاتی ہے اور بے گناہ بھی آفت میں پھنس جاتے ہیں۔

۸۔ گناہ کرتے کرتے گناہ نظر میں حقیر ہو جاتا ہے۔ اور ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے جب حقیر خیال کرے گا۔ تو اس سے بچنے کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آئے گا گناہ کتنا ہی چھوٹا ہو جب آدمی اس پر اڑ جائے اور لگاتار کرتا چلا جائے تو وہ چھوٹا نہیں رہتا اور کتنا ہی بڑا گناہ ہو جب توبہ کی جائے تو وہ بڑا نہیں رہتا چھوٹی چھوٹی چنگاریاں جب اکٹھی کی جائیں تو آگ کا بڑا انبار بن جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ گناہ کے چھوٹا ہونے کی طرف خیال نہ کرو اس کی عظمت و جلال اور بزرگی کی طرف دیکھو جس کی نافرمانی کر رہے ہو۔ ابن مسعودؓ سے روائت ہے۔ کہ مومن گناہ کو یوں سمجھتا ہے کہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے ڈرتا ہے کہ کہیں اس کے اوپر نہ گر پڑے اور فاسق اپنے گناہ کو یوں خیال کرتا ہے کہ گویا ایک مکھی ہے جو ناک پر آ بیٹھی ہے۔ ذرا اشارہ کیا تو اڑ گئی

۹۔ گناہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہے عزت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے

۱۰۔ گناہ کی شامت سے انسان کی عقل جاتی رہتی ہے۔ عقل ایک نورانی چیز ہے۔ جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے گناہ کی تاریکی سے وہ روشنی جاتی رہتی ہے۔ گناہ کی لذت تو بہت قلیل ہے۔ لیکن اس کی بدولت دنیا اور آخرت کی بھلائی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ گناہ اچھے اور برے کی تمیز مٹا دیتا ہے۔

۱۱۔ گناہ کی شامت سے اللہ اور بندہ کے درمیان انقطاع اور دوری ہو جاتی ہے اور جب منعم حقیقی سے دوری ہو جائے۔ تو بھلائی کی امید کہاں؟

۱۲۔ گناہ کی بدولت شیطان جیسے دشمن سے میل جول پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی کی بدنصیبی کیا ہو گی کہ اپنے مالک کے دشمن سے میل ملاپ کرے۔ اور اپنے منعم و محسن کی اطاعت سے منہ موڑے۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ میں بندہ کو اللہ اور شیطان کے درمیان پاتا ہوں اِدھر اللہ سے اُدھر شیطان سے جا ملا جب تک اللہ تعالےٰ سے تعلق قائم رہتا ہے شیطان اس کے پاس سے بھی نہیں گزرتا۔

۱۳۔ گناہ کرنے والا اچھے نام اور اچھے لقب سے نہیں پکارا جاتا گناہ نہ کرتا تو مسلم مطیع زاہد اور متقی وغیرہ کا لقب پاتا گناہ کرنے سے اس کا نام کافر زندیق فاسق فاجر اور عاصی وغیرہ ہو گیا۔ گناہ سے صرف اتنی ہی ذلت نہیں کہ برے نام سے پکارا جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ پھر عقوبت اور عذاب الٰہی کا بھی مستحق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو مومن اور مسلم وغیرہ کے نام سے پکارتا ہے۔ اور قرآن کریم میں کئی جگہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ یہ کتنی بڑی عزت۔ لیکن یہ کتنی بدنصیبی ہے کہ پھر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے کافر فاسق اور فاجر وغیرہ کا لقب پائے۔

۱۴۔ گنہگار اللہ تعالےٰ اور اس کے حکم کی پرواہ نہیں کرتا پھر اللہ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب اللہ اس کی پرواہ نہ کرے تو پھر ہر ایک اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جس گلے سے نگہبان اپنی نگہبانی اٹھا لے۔ اسے آفات سے بچنے کی توقع کہاں؟ ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ جب کوئی گناہ صادر ہوتا ہے۔ تو میں اس کے اثر سے دیکھتا ہوں کہ میری سواری کا جانور بھی سرکشی کرتا ہے۔ بیوی کے اخلاق بھی بدل جاتے ہیں۔ اور نوکر بھی خدمت میں سستی کرنے لگتے ہیں۔

قسط دوم

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کے ساتھ پندرہ دن

از محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ

سفرِ سندھ کے دوران مختلف تقاریر و مجالس میں سنائے گئے واقعات

۱۔ حضرت شیخ التفسیرؒ کی زندگی کے بعض گوشے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ مرحوم کے گھر پہلی مرتبہ اولاد کی اُمیدواری ہوئی تو انہوں نے اپنے بچے کو خدمتِ دین کے لیے وقف (محرّراً) فرمایا۔ اللہ نے حضرتؒ کو اِس دعا کی مقبولیت کے طور پر اِس عالم ناسوت میں بھجوایا۔ جب حضرتؒ تعلیم کے حاصل کرنے کے قریب ہوئے تو انہیں اپنے گاؤں سے کچھ دور دوسرے گاؤں کے سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ آپؒ ابھی چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے کہ اُن کے خاندان کے ایک دوسرے بزرگ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ ایک دفعہ مولانا سندھیؒ کو اُن کی والدہ اپنے رشتے کے دوسرے بزرگ شیخ حبیب اللہ سے جو اُن کے پہلے اسلام لا چکے تھے ملانے کے لیئے لے گئیں چنانچہ اِس موقعہ پر حضرت شیخ حبیب اللہ مرحوم نے مولانا احمد علیؒ کا ہاتھ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد ہیں میں نے اِسے پیدائش سے قبل ہی خدمت دین کے لیئے وقف کر دیا تھا اسے آپ لے جائیں اور علم دین پڑھائیں چنانچہ حضرت سندھیؒ اُنہیں لے کر امروٹ شریف آ رہے تھے کہ راستے میں دین پور شریف حضرت دین پوریؒ سے اپنا روحانی سبق لینے کے لیئے اُترے اور اس دوران میں حضرت والا بزرگوار مولانا احمد علیؒ حضرت دین پوریؒ کے قریب تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف نو برس کی تھی۔ حضرت دین پوریؒ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور از خود بیعت فرما کر انہیں اِسم ذات کی تلقین فرما دی۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُس وقت نہ مجھے بیعت کا پتہ تھا نہ ذِکر اذکار کا کوئی علم تھا نہ اُس سے پہلے کبھی لطیفۂ قلب سنا تھا لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُن کے بتائے ہوئے سبق کو جو پڑھنا شروع کیا تو زندگی کے آخری لمحہ تک اُسے نبھایا اور اُسے نبھانے کی خدا نے توفیق عطا فرمائی۔ فرمایا امروٹ شریف جب جانا ہوا تو حضرت امروٹیؒ کی شفقت بھی انتہا نہ تھی وہاں کئی سال طالب علمی کی زندگی گذاری پھر مولانا سندھیؒ نے اپنا مدرسہ جب پیر جھنڈے میں منتقل کر لیا تو ہمیں وہاں اُن کے ساتھ جانا پڑا مگر میرا قلبی تعلق حضرت دین پوریؒ سے بدستور جاری رہا مگر تعلیم کے بعد جب دہلی اور لاہور وغیرہ قیام کرنے کا اِتفاق ہوا تو اکثر اور بیشتر اِن دونوں حضراتؒ کی خدمت میں کاسۂ گدائی لے کر حاضر ہوتا۔ اِدھر سے جو خیر ملتی وہ بھی کاسۂ گدائی میں ڈال لیتا اُدھر سے جو خیر ملتی وہ بھی کاسۂ گدائی میں ڈال لیتا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری بیعت کے بعد میرے شیخ حضرت دین پوریؒ چالیس سال تک حیات رہے اور اس دوران اُن سے استفادے کا بلکہ اُن کی جوتیوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالنے کا موقعہ ملتا رہا اور جب بھی مجھ سے کوئی لاہور میں اللہ کا نام پوچھتا تو اِن دونو حضراتؒ ہی کی خدمت میں بھجوا دیتا۔ پہلے حضرت امروٹیؒ نے بار بار اصرار سے فرمایا کہ لاہور ہی میں اللہ کا نام بتلا دیا کرو یہاں نہ بھیجا کرو اور باقاعدہ خلیفۂ مجاز بنایا مگر پھر بھی ذی استطاعت حضرات آتے تو اُنہیں وہاں ہی بھجواتا مگر جو بچارے اِس قابل نہ ہوتے اُن کو اللہ کا نام لاہور ہی میں بتا دیتا۔ اِدھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت دین پوریؒ نے بھی خلافت سے سرفراز فرمایا مگر ان کے حینِ حیات میری کوشش یہی ہوتی تھی کہ ذی استطاعت حضرات حضرت دین پوریؒ کی خدمت میں پہنچیں۔ جب یہ دونو بزرگ دنیا سے چلے گئے تو پھر مجبوراً جو آتا اللہ کا نام اُسے حسبِ توفیق بتا دیتا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے جب اپنے ذاتی مطالعہ کے نتیجے میں اسلام قبول کر لیا۔ اور پنڈت مولوی عبیداللہ کی کتاب تحفۃ الہند اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے نتیجے میں جب اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا تو اپنا نام عبیداللہ تجویز کیا اور خود ہی نماز یاد کر لی اور نماز کی ترکیب پڑھ لی اور اُس کے مطابق پانچ وقت نماز چھپ کر گھر میں پڑھنی شروع کر دی۔ ایک دن والدہ نے اُنہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ ان کی پیدائش سے قبل ہی اُن کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ والدہ بڑی متشدد واقع ہوئی تھی اور یہ اُن کے اکلوتے بیٹے تھے اُنہیں خطرہ تھا کہ والدہ اس کام سے تشدد کر کے اسلام سے روگردانی پر مجبور کرے گی اس لئے انہوں نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے جہاں اُن کے ماموں پٹواری تھے اور اُن کی والدہ اپنے بھائی کے پاس مولانا کے والد کے انتقال کے بعد رہتی تھی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور پوچھتے پوچھاتے سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کی خدمت میں بھر چونڈی شریف پہنچ گئے جو اپنے وقت کے سید العارفین اور سید الطائفہ تھے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کے ہاتھ پر مولانا نے اسلام قبول کر لیا۔ حافظ صاحبؒ نے اُن کی سُنّتِ تطہیر ادا کرائی اور اُن کی والدہ کو تار بھجوایا۔ وہ جب آئیں تو واپس لے جانے کو کافی اصرار کیا مگر مولانا کے پائے استقلال میں تذلذل نہ آیا۔ آخر مجبور ہو کر والدہ اُن کے ساتھ ہی رہ پڑیں۔ اُن کے علاوہ اُن کی کوئی اور اولاد وغیرہ نہیں تھی۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے اُن کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کسی راسخ عالم سے علمِ دین پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سو حضرت سندھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے حافظ صاحبؒ کی دعا قبول فرمائی اور مجھے حضرت شیخ الہندؒ کی صحبت میں پہنچا دیا۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "عبیداللہ نے اپنے مذہب، خاندان اور ماں باپ کو اسلام کی خاطر چھوڑا ہے اب اُس کے ماں باپ کے فرائض ہم ادا کریں گے" اُس مجلس میں حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ اور حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ دونو موجود تھے۔ چنانچہ حضرت سندھیؒ مرحوم جب دیوبند سے

فارغ التحصیل ہو کر واپس سندھ تشریف لائے تو حافظ صاحبؒ کا اُس سے آٹھ دن قبل وصال ہو چکا تھا چنانچہ دونو خلفاء کو اپنے شیخ کا وہ فرمان یاد تھا کہ عبید اللہ کے ماں باپ کے فرائض ہم انجام دیں گے۔ دونوں نے زندگی بھر اس فرمان کو پورا کرنے کی کوششیں جاری رکھیں اور حضرت امروٹیؒ نے پیش قدمی کر کے سکھر کے ایک سکول ماسٹر محمد عظیم صاحب کی لڑکی سے اُن کی شادی کرا دی۔ اُس سے آگے چل کر دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ مولانا کی نرینہ اولاد کوئی زندہ نہ رہی۔ اپنی بڑی لڑکی مریم بی بی جب وہ جوان ہوئیں تو حضرت لاہوریؒ سے اُن کا عقد کر دیا تقریباً سال بھر بعد اُن سے ایک لڑکا تولد ہؤا جس کا نام حسن رکھا گیا۔ اللہ کی تقدیر کہ ایک ہفتے کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے چند دن بعد حضرتؒ کی اہلیہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت سندھیؒ کے زمانۂ تعلیم دیوبند و گنگوہ کے شریک درس حضرت مولانا حافظ ابو محمد احمد چکوالی کا لاہور سے اُنہیں خط ملا کہ میری بچی جوان ہے اور آپ اپنے لڑکے مولانا احمد علی کے لئے اگر پسند کریں تو ہم نکاح کے لئے تیاری کریں حضرت سندھیؒ نے اثبات میں جواب دیا اور حضرت شیخ الہندؒ کے مبارک ہاتھوں سے رسم نکاح کی دار العلوم دیوبند کی مسجد میں تکمیل ہوئی۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے جب نکاح کے خیال سے مجھے دیوبند مولانا سندھیؒ چھوڑ سے لے گئے تو دور دراز سفر کی وجہ سے میرے کپڑے سخت میلے ہو گئے تھے۔ نہ اُنہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تمہارے نکاح کے لئے تمہیں لے جا رہے ہیں میرے پاس کپڑے دھونے کے لئے پیسے بھی نہ تھے۔ وہ ان چیزوں سے بے نیاز تھے اور انہوں نے اس طرف توجہ بھی نہ دی تو نکاح کے وقت سب سے میلے کپڑے میرے ہی تھے اور جب واپس نواب شاہ آئے تو ہمارے گھر میں کوئی چارپائی بھی نہ تھی سو کرائے پر چارپائی لایا اور گھر میں کوئی پکانے کے برتن وغیرہ بھی نہ تھے۔ جمعے کے روز کپڑے دھو کر اپنی سوتی ٹوپی کو جست کے ایک کاکب پر کلف لگایا کرتا تھا اُس میں روزانہ بکری کا دودھ لے آتا جو سندھ میں روٹی کے ساتھ کھانے کا عام رواج تھا اور فرمایا کرتے تھے تمہاری والدہ تو لاہور کی رہنے والی تھیں جہاں سالن کے ساتھ روٹی کھانے کا رواج تھا بہرحال سندھ کے دیہاتی دن کو لسی سے روٹی اور رات کو بکری کا دودھ اور جوار کی روٹی استعمال کرتے تھے میں بھی اُسی کا عادی تھا۔ تمہاری والدہ مجھے مجبور تو نہ کرتی تھی سالن کے لئے مگر دودھ سے کھانے کی عادی نہ تھی اس لئے میں خود دونو وقت بازار سے ایک ایک پیسے کا پکا ہؤا سالن لے آیا کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے میری دین کی خدمت کے سلسلے میں تمہاری والدہ نے سب سے زیادہ مدد کی۔ اُس نے کبھی مجھے کھانے پہننے اور روپے پیسے کے بارے میں تنگ نہیں کیا جو اللہ نے دیا اُسے دے دیا جو خدا نے عطا فرمایا اُسے کھلایا اور جو خدا نے پہننے کو دیا پہنا دیا اور لاہور کے زمانے میں تو ابتداء میں فاقہ کشی کی نوبتیں بھی آئیں اور اُس کے زیور بیچ بیچ کے مکان کا کرایہ دیتے رہے مگر وہ کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائی اس لئے میں خدا کا بڑا ہی شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے ایسا ساتھ دیا جس نے مجھے دُنیا کے لئے کبھی تنگ نہ کیا اور خدا نے اُس کا بدلہ یوں چکایا کہ اُس کے خاندان میں کسی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ سات آٹھ مرتبہ حج اور عمرے نہایت آرام سے بذریعہ ہوائی جہاز کیئے اور پھر مزید اُس کی خوش بختی ہے کہ اُس کا ایک بیٹا آج مدینہ منورہ میں عربی زبان میں درسِ حدیث و قرآن دیتا ہے اور اُس کے دو بیٹے لاہور میں خدمت قرآن میں مصروف ہیں۔ دراصل اس میں بھی اُس کے دینی ذوق و شوق کو بہت بڑا دخل ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے بیٹوں کی دنیاوی تعلیم کے لئے مجبور کرتی۔ عام عورتوں کی طرح کہتی کہ اگر یہ سکول کی تعلیم نہ حاصل کریں گے انگریزی نہ پڑھیں گے تو کہاں سے کھائیں گے، آوارہ جائیں گے اور اِن کے شادی بیاہ کیسے ہوں گے بلکہ یہ تو دینی تعلیم میں مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے تھی چنانچہ میرے متعلق فرمایا کرتے کہ تمہیں نو برس کی عمر میں بڑے بھائی مولوی حبیب اللہ کے ساتھ تعلیم کے لئے دیوبند بھجوا دیا اور جب حافظ حمید اللہ ابھی چھٹی کلاس سکول میں پڑھتا تھا اور تمہارے ساتھ اُسے بھی دیوبند اس لئے بھجوا دیا کہ سکول کا ماحول اچھا نہیں اور یہاں کے بچے سارا دن بازاروں اور گلیوں میں پھرنے، مغلظات بکنے اور کھیل تفریح میں ضائع کرتے سو میں نے اُس کی بات مان کر حافظ حمید اللہ کو تمہارے ساتھ بھجوا دیا۔ اُس وقت تمہاری والدہ نے میرے اس کہنے پر کہ کم از کم چھٹی جماعت پاس تو کر لینے دو درمیان میں نہ اُٹھایا جائے تو تمہاری والدہ کہنے لگی کہ ابھی کل کو اُسے ڈاڑھی آ گئی اور اُس کے ساتھیوں نے اگر داڑھی کا مذاق اڑانا شروع کیا اور اس نے ڈاڑھی منڈا دی تو پھر آپ کیا کریں گے؟ لہٰذا چھٹی جماعت پاس کرائے بغیر اُسے دیوبند انور کے ساتھ روانہ کر دو۔ سو میں نے ایسا ہی کیا۔ اب الحمد للہ میں اپنے تینوں بیٹوں کی طرف اور اپنی بیوی کی طرف سے آنکھیں ٹھنڈی لئے جا رہا ہوں اور اِس میں خدا کے شکر کے بعد تمہاری والدہ کا بھی شکر گزار ہوں جس نے دین کے معاملے میں میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور انشاء اللہ ہمارے بچوں کی خدمتِ اسلام اور خدمت دین میں اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اجر عطا فرمائیں گے

۷۔ جنت کا ٹکٹ

دیوبند داخلے کے لئے حضرت مولانا سندھیؒ نے مولانا حبیب اللہ صاحب کے ساتھ مجھے دہلی بھیجا اور اپنے وزٹنگ کارڈ کی پُشت پر اپنے قلم سے لکھا۔ "عزیزی محمد طیب! حبیب اللہ کے ساتھ انور کو دیوبند بھیج رہا ہوں۔ اسے دار العلوم میں داخل کر لیں"۔ مولانا طیب صاحب کی خدمت میں ملنے کے لئے گئے تو وہ اس وقت دار المشورہ (کوٹھی) میں تشریف فرما تھے۔ اُن کی خدمت میں کارڈ پیش کیا گیا۔ اُنہوں نے پہلے آنکھوں سے لگایا اور پھر جیب میں رکھ لیا اور فرمایا کہ "یہ تو ہمارا ٹکٹ ہے جنت کا"۔

۸۔ حضرت رائپوری کی شفقت

جب میں سہارن پور پڑھتا تھا تو مظاہر العلوم میں حضرت رائے پوریؒ اکثر آیا کرتے تھے اور میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ جب لاہور کراچی وغیرہ آتے تو بھی اُنکی زیارت کے لئے حاضر ہوتا۔ کراچی میں جب میں تنہا تھا تو رات کو اکثر اُنہیں کی قیام گاہ پر سویا کرتا تھا۔ جب میں صبح واپس آتا تو مجھے بہت ساری مٹھائی اپنے خادمِ خاص سے دِلوا دیتے۔ میں بہت شرمندہ ہوتا مگر مجبوراً لے لیتا۔ تقریباً روز ہی یہ واقعہ پیش آتا۔ مجھے پھر جاتے ہوئے جھجک اور شرم بھی محسوس ہوتی کہ کیا کہیں گے مٹھائی لینے آجاتا ہے مگر میں پھر اپنے نفس کو سمجھاتا کہ شیطان اُن کی خدمت میں جانے سے روک رہا ہے۔ پھر چلا جاتا اور وہی صورت پیش آجاتی۔

باقی بر صفحہ ۔ ۴

تاریخ کے گمشدہ اوراق

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

(یونس نگرامی ندوی)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا نام نامی تاریخ کے صفحات میں اسی آب وتاب سے چمک رہا ہے جس طرح ان کے کارنامے اور ان کے عزم وہمت کی مثالیں اس دور کے مسلمانوں کے لئے نشان راہ تھیں ۔ تاریخ کا طالب علم جب ان کے تذکرہ پر پہونچتا ہے ۔ تو کچھ رک سا جاتا ہے ۔ اور سوچنے لگتا ہے کہ اگر اسی جانبازی و سرفروشی کی صفات موجودہ مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کی عظمت رفتہ کا سراغ نہ مل سکے علامہ باجی کا بیان ہے کہ شیخ عزالدین کے پاس روز کچھ نہ کچھ سلطان مصر کی شکایات پہونچتی رہتی تھیں ۔ شیخ اس انتظار میں تھے کہ کوئی مناسب موقع ملے تو شاہ کو سرزنش کریں ۔

علامہ باجی ــــ کہتے ہیں کہ عید کا دن تھا قاہرہ کے عوام وخواص شاہی محل کے پاس امنڈ آئے تھے کہ شاہ کو عید کی مبارکباد پیش کریں ۔ پورا لشکر دیوان عام میں آنکھیں نیچی کئے ہوئے کھڑا تھا ۔ کہ لوگوں نے دیکھا کہ شیخ عزالدین شاہ کا جبہ پکڑے ہوئے جھنجوڑ جھنجوڑ کر ڈانٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے ۔ کہ تو اس ملک کا والی ہو اور تمہاری حکومت میں جگہ جگہ شراب کی دوکانیں کھلی ہوئی ہیں تمہارے عہد حکومت میں لوگ پابندی سے نماز نہیں ادا کرتے ہیں ۔ اور طرح طرح کی برائیاں پھیل رہی ہیں ۔ ان سب کا تجھ کو خدا کے سامنے جواب دینا ہے اور جان لو کہ ملک میں بھلائی اور امن وامان پھیلانے کی ذمہ داری صرف تم پر ہے علامہ سبکی ــ ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ جس وقت شیخ یہ الفاظ کہہ رہے تھے پورے مجمع پر سناٹا طاری تھا سب ڈرے ہوئے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے ؟ لیکن شاہ نے جب سر اٹھایا تو آنسوؤں سے اس کا چہرہ بھیگا ہوا تھا اور شدت تاثر سے آواز نہیں نکل رہی تھی ۔ صرف اتنا کہہ سکا کہ شیخ شراب کی یہ دوکانیں تو میرے والد کے زمانے سے ہیں یہ سنتا تھا کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا غصہ اور بھڑک اٹھا شاہ کا گریبان پکڑ کر چیخ اٹھے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کا جواب دے جنھوں نے کہا تھا " انا وجدنا علیہ اباءنا کذلک یفعلون " ترجمہ : ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ۔ یہ سن کر شاہ نے فوراً حکم دیا کہ ملک کے تمام شراب خانے بند کر دیئے جائیں ۔

علامہ باجی کی روایت ہے کہ اس گفتگو کے بعد جب شیخ عزالدین بن عبدالسلام تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا جس وقت آپ شاہ وقت کو سرزنش کر رہے تھے تو کسی قسم کا خوف تو نہیں محسوس ہو رہا تھا ۔ اس پر شیخ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت میں شاہ سے بات کر رہا تھا تو میرے سامنے اللہ کی ہیبت اور اس کا خوف مجسم ہو کر آ گیا پھر میں نے شاہ کو دیکھا تو میری نگاہوں میں اس کی حیثیت ایک بلی یا چوہے سے بھی کم تھی ۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں دوسری طرف پورے ملک میں آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی کہ آج بھرے دربار میں سلطان وقت کو ایک شیخ وقت نے ڈانٹ دیا ۔

" طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ ص ۸۱ و ۸۲ "

انھیں شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے دمشق میں دیکھا کہ کچھ فرنگی جنگی سامان کی خرید وفروخت کر رہے ہیں ۔ تفتیش وجستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب تیاریاں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں ــ بس پھر کیا تھا دل بیتاب ہو گیا طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جو ہتھیار خریدے جا رہے ہیں ان سے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قاتلانہ حملے کئے جائیں گے فوراً ہی فتویٰ دے دیا کہ ان فرنگیوں سے خرید وفروخت ناجائز ہے ۔ اس فتوے کے بعد ہی سے یہ معمول بنا لیا تھا کہ ہر نماز کے بعد منبر پر چڑھ جاتے تھے اور عجیب پرسوز آواز میں مسلمانوں کی کامیابی کی دعا مانگتے تھے علامہ سبکی کی روایت ہے کہ جس وقت شیخ دعا مانگتے تو پورا مجمع زار وقطار روتا رہتا تھا ۔

" طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ ص ۱۰۰ "

بیت المقدس میں شیخ قید وبند کی آزمائش میں مبتلا ہیں وہاں کا بے غیرت سلطان فرنگیوں سے کہہ رہا ہے کہ ان کو میں نے صرف تم لوگوں کی خاطر زندان خانہ بھیج دیا ہے ۔ فرنگی سخت حیرت میں ہیں اور بے حمیت سلطان سے کہہ رہے ہیں کہ خدا کی قسم اگر اس طرح کے لوگ ہمارے مذہب میں ہوں تو ہم لوگ ان کے پیر دھو دھو کر پئیں یہ سنتے ہی بے غیرت و بے حمیت سلطان پانی پانی ہو جاتا ہے ۔

علامہ سبکی کہتے ہیں کہ تھوڑے ہی عرصے بعد مصری فوجوں نے چڑھائی کر دی اور فتحیاب ہوئے اور اس طرح شیخ کو بھی آزادی ملی اور فرنگیوں کا زور گھٹ گیا ۔

" طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ ص ۱۰۱ "

جس دن شیخ عزالدین نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی اس دن پورا عالم اسلام رنج وغم میں ڈوب گیا تمام لوگ اپنے کو یتیم محسوس کرنے لگے ۔ ملک ظاہر بیبرس نے کہا کہ شیخ کہا کرتے تھے کہ دنیا ایک سایہ اور ایک خواب ہے ۔

" طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ ص ۱۰۲ "

بقیہ ایک مفسر قرآن ۔۔۔ (صفحہ ۱۴ سے آگے

کرتا ہے ؎

" اے نشتر ! تو پاگل ، تیری قوم پاگل ، یہ جہان پاگلوں کا ۔ اپنی دیوانگی کا علاج کراؤ ۔ تمہاری دیوانگی کا علاج MENTAL HOSPITAL میں نہیں بلکہ قرآن کے سیپاروں میں ہے ۔ اسے پڑھو ، سمجھو اور اپنی دیوانگی کا علاج کرو ۔ اگر خود نہیں پڑھ سکتے تو میری خدمات حاضر ہیں ، اپنے خرچ پر آؤں گا ۔ اپنے خرچ پر جاؤں گا ۔ تمہارے گھر کا کھانا حرام سمجھتا ہوں ۔ تمہاری مصروفیات کے پیش نظر صرف دس منٹ لوں گا اور اس مختصر سی مدت میں پاکستان کا وہ نقشہ مرتب کر دوں گا کہ ایک عالم ورطہ حیرت میں ڈوب جائے گا ۔ "

کیا یہ باتیں کسی مسجد کے مُلا کی ہیں ، کسی گدائے راہ کی ہیں ، کسی وزیر با تدبیر کی ہیں ؟ نہیں نہیں ! یہ باتیں کسی مسجد کا کوئی " مُلا " نہیں کہہ سکتا اور نہ کوئی امیر وزیر کہنے کا یارا رکھتا ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ باتیں کسی مرد درویش کی ہیں **احمد علی** رح کے علاوہ یہ مرد درویش کون ہو سکتا ہے ؟

(بقیہ :- فلسفہ گناہ)

اولاد سرکش ہو جاتی ہے۔

۱۵۔ گناہ کی شامت سے انسان کے دل سے غیرت جاتی رہتی ہے۔ اور غیرت ہی وہ چیز ہے۔ جو بری باتوں سے روکتی ہے غیرت در اصل بری باتوں کو بالطبع دل سے بُرا جاننے کا نام ہے۔ کوئی بھی غیرت مند انسان کسی برائی یا بے حیائی کے کام کو دیکھ بھی نہیں سکتا

۱۶۔ گناہ کی شامت سے حیا جاتی رہتی ہے کوئی اس کے گناہ پر آگاہ ہو تو اسے کچھ پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ حیا ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو بہت سی بُری باتوں سے بچاتی ہے اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ حیا سراسر بھلائی ہے۔ جب حیا اُٹھ جائے۔ تو انسان جو چاہے کر گزرتا ہے۔

۱۷۔ گناہ کی شامت سے دعا قبول نہیں ہوتی ابراہیم بن ادھمؒ بصرہ کے بازار میں تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے آگھیرا اور پوچھا کہ فرمایئے ہم دعا کرتے ہیں قبول کیوں نہیں ہوتی آپ نے فرمایا۔

۱۔ تمہارے دل مردہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے دعا قبول نہیں ہوتی اللہ کو جانتے ہو۔ لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے

۲۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوےٰ کرتے ہو۔ مگر ان کے حکم کے مطابق عمل نہیں کرتے قرآن پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے اللہ کی بے انتہا نعمتیں کھاتے ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

۳۔ شیطان کو اپنا دشمن جانتے ہو لیکن اس کی موافقت ہی کرتے رہتے ہو

۴۔ جنت اور جہنم کو برحق جانتے ہو لیکن وہ کام نہیں کرتے جس سے جنت ملے. اور جہنم سے دور رہو۔

۵۔ صبح کو اٹھتے ہو اور دوسروں کی برائیوں میں مشغول ہو جاتے ہو۔ اور اپنی بُرائیاں بھول جاتے ہو۔

۶۔ مردوں کو دفن کرتے ہو۔ لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

۱۸۔ گنہگار گناہ کے ذریعے اپنے آقا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھاتا ہے اس لئے کہ بندوں کے اعمال آپ کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔ امت کے گناہ دیکھ کر آپ کو ملال ہوتا ہوگا کہ وہ دین جس کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں آپ کے اہل بیت اور صحابہؓ پر کیا کیا ظلم ہوئے اس دین کے ساتھ امت کی بے اتفاقی اور بے توجہی کی خبر سن کر آپ کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔

۱۹۔ گناہ کی شامت سے اس دعا کی برکت سے محرومی ہو جاتی ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتگان مقربین نے مومنین کے بارے میں کی ہے۔ دعا کے مستحق وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور توبہ کی اور اللہ کے حکم کے تابع رہے۔

۲۰۔ گناہ کی بدولت بندہ اس لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض گناہ کرنے والوں کی شان میں فرمائے ہیں۔

۲۱۔ گناہ کی شامت کی وجہ سے دنیا کا عذاب قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب ہوتا ہے جو بھی مصیبت آتی ہے انسان کی اپنی ہی کمائی ہوتی ہے۔

(ماخوذ از سوانح حیات مولانا الحاج شاہ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ الہ آبادی)

حقیقت یہ ہے کہ گناہ دنیوی اور اُخروی دونوں زندگیوں کے لئے سمِّ قاتل ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش کرو اگر گناہ صادر ہو جائے تو اس پر ندامت و معذرت کا اظہار کر کے توبہ کے پانی سے اس کو صاف کرنے کی کوشش کرو جو انسان یہ سرمایہ لے کر اس بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اس کا کاسہ کبھی خالی نہیں رہتا۔ اللہ تعالےٰ کی عطا بھی اس کی شان کے مطابق ہوتی ہے یاد رکھو عمل کوئی ضائع نہیں ہوتا اچھا ہو یا بُرا۔ ہماری عقل محدود ہے۔ ان کے نتائج کو سمجھنے سے قاصر ہے رحمت خداوندی سے محروم انسان کو اپنی ذات کا محاسبہ کرنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی جب کبھی بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ یا کوئی آزمائش کا موقع آتا ہے تو اپنے آپ کو بیگناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور قدرت پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اُسے بلاوجہ مصائب و آلام کا مورد بنایا گیا ہے۔ اور اپنے بوئے ہوئے کو کاٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتا لیکن یہ سب کچھ کاٹنا پڑتا ہے۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے اس میں ترمیم ہو ہی نہیں سکتی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا سلسلہ غیر محدود ہے بندہ جب اپنے گناہوں پر ندامت و معذرت کا اظہار کرتا ہے اور عجز و انکساری کا سرمایہ لے کر بارگاہ صمدیت میں حاضر ہوتا ہے۔ تو اس کو سابقہ گناہوں کا طعنہ نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے ندامت کے آنسوؤں سے اس کے فرد عمل کی سیاہی کو دھو دیا جاتا ہے۔ اُسے نوازا جاتا ہے اور پردہ پوشی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکسار کی بڑی قدر ہے۔

پتہ کی تبدیلی

حضرت مولانا محمد صابر صاحب خادم خاص حضرت لاہوریؒ صدر جمعیۃ علماء اسلام کراچی و خطیب مسجد انجمن خدام الدین ہونگی ... ناظم آباد کراچی ... ایک ماہ کی رخصت پر لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں اس اثناء میں ان سے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کی جائے۔

مولانا محمد صابر
دفتر انجمن خدام الدین
شیرانوالہ گیٹ لاہور

(ادارہ)



... شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

بچوں کا صفحہ

چند ایمان افروز مثالیں

محمد امین لاہور

(۱) عدل و مساوات

فتح مکہ کے دنوں کا واقعہ ہے کہ قریش کی ایک عورت فاطمہ کو چوری کی شہادت کے بعد اسے اسلامی تعزیر کے مطابق ہاتھ کاٹنے کی سزا ملنی تھی۔ چنانچہ اہل قریش گھبرائے اور لگے اِدھر اُدھر کی کوشش کرنے تا کہ سزا میں تخفیف ہو جائے۔ چنانچہ اسامہ بن زیدؓ جو حضورؐ کے منہ بولے بیٹے (زید کے بیٹے تھے) اور فتح مکہ کے دن حضورؐ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے۔ قریش والے ان کو لے کر بطور سفارش حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ مگر حضورؐ نہایت غضب آلود ہوئے اور فرمایا کہ اسامہ کیا تم دین کی حدود میں رخنہ اندازی کرنے کی جرأت کرتے ہو؟ یاد رکھو اگلی قومیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے اور امیروں کو سفارش سے چھوڑ دیتے تھے۔

خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے جاتے۔

(۲) حضرت عمرؓ کا زمانہ ہے اور ان کے دو صاحب زادے عراق کی مہم سے کامیاب واپس لوٹے تو واپسی پر ابصرہ کے راستے آئے۔ ان دِنوں حضرت موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر تھے۔ جناب موسیٰ اشعریؓ نے صاحبزادگان کی خود خاطر تواضع کی۔ روانگی کے وقت گورنر نے کچھ رقم پیش کی کہ یہ بیت المال کی امانت ہے۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اس رقم سے تجارتی مال خرید لیں اور مدینہ منورہ کی منڈی میں فروخت کر کے نفع کما لیں۔ اور اصل رقم بیت المال میں جمع کرادیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے دونوں صاحبزادگان نے مال خریدا اور مدینہ منورہ کی منڈی میں فروخت کر کے خوب نفع کمایا۔ اور جب اصل مال لے کر بیت المال میں جمع کرانے کی غرض سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سارا ماجرا بھی بتا دیا۔ حضرت عمرؓ نے ماجرا سن کر سوال کیا۔ کہ کیا موسیٰ نے یہ سلوک سب سے کیا ہے یا صرف تم سے؟ دونوں نے جواب میں کہا کہ صرف ہم سے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ رعایت اس نے صرف اس لیئے کی ہے کہ تم خلیفہ کے بیٹے ہو۔ یہ عدل و مساوات کے خلاف ہے۔ اصل رقم اور منافع دونوں بیت المال میں جمع کراؤ۔ سُبْحَانَ اللہ

(۳) حضرت علیؓ کی خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک دن ان کے بھائی حضرت عقیل آپ کے پاس آئے اور بیت المال سے کچھ لینا چاہا۔ حضرت علیؓ نے غلام کو بلایا اور سلاخیں گرم کرنے کو کہا حضرت عقیل بھی دیکھتے رہے۔

جب سلاخیں گرم ہو گئیں تو آپ نے گرم سلاخیں بھائی کی طرف بڑھائیں جس سے وہ بہت گھبرائے۔ آپ نے فرمایا۔ بھائی اگر یہ گرم سلاخیں برداشت نہیں کر سکتے ہو۔ تو آتشِ دوزخ کیسے برداشت ہو گی۔

یاد رکھو۔ بیت المال قوم کی امانت ہے۔ اور امانت میں خیانت دیانتداری کے خلاف ہے۔ میں خلیفہ اس لئے نہیں کہ بیت المال کو اپنوں میں تقسیم کر دوں۔ چنانچہ حضرت عقیل آپ سے ناراض ہو گئے۔ مگر آپ نے بیت المال سے ایک درہم تک نہ دیا۔

(۴) ایک دفعہ حضرت علیؓ سرکاری کام کر رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے آنے والے سے پوچھا۔ کہ سرکاری کام ہے۔ یا ذاتی کام ہے۔ اس شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین ذاتی کام کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے دیا بجھا دیا۔ اور سائل سے باتیں کرنے لگے۔ جب سائل نے دریافت کیا۔ کہ دیا کیوں بجھایا۔ تو فرمایا۔ کہ بیت المال کا دِیا ذاتی اغراض کے لئے نہیں ہے۔

زہد و تقویٰ

(۵) حضرت امام ابو حنیفہؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن کپڑے کا ناقص تھان پوری قیمت سے بک گیا۔ تو پہلے خریدار کو تلاش کیا نہ ملا تو اس دن کی ساری کمائی خدا کی راہ میں خیرات کر دی۔

اسی قسم کا ایک محدث کا ایک واقعہ منقول ہے کہ جناب محمدؐ بن سیرینؒ جو ایک بڑے محدث گزرے ہیں۔ وہ علم و فضل کے ساتھ تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔ ایک بار چالیس ہزار روپے سے زیتون کا تیل خریدا۔ اتفاق سے تیل سے مردہ چوہا نکلا۔ تو آپ نے سارا تیل ضائع کرا دیا ورنہ کون دیکھتا تھا۔

چاہتے تو چوہا نکال کر تیل فروخت کر دیتے۔ پھر وہ تیل بھی ادھار کا تھا۔ چنانچہ ادائیگی نہ ہوئی۔ تو مالک نے آپ کو قید کرا دیا۔ مگر آپ نے اُف نہ کی۔ زندان کے نگران آپ کی عظمت سے واقف تھے۔ انہوں نے جیل کی مراعات پیش کیں۔ تو فرمایا۔ یہ چیز دیانت کے خلاف ہے۔ چنانچہ عام قیدیوں کی طرح قید کاٹی مگر زہد و تقویٰ پر آنچ نہ آنے دی۔ سُبْحَانَ اللہ۔

قطعہ

کچھ آرزوئے تمنائے زر و مال میں خوش ہیں
بعض تماشائے خدوخال میں خوش ہیں
اسباب ہیں سودائی یہ سب رنج و الم کے
خوشحال وہی ہیں جو ہر حال میں خوش ہیں

ممتاز سودائی ملتان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور یجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۳۰۷۳-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء